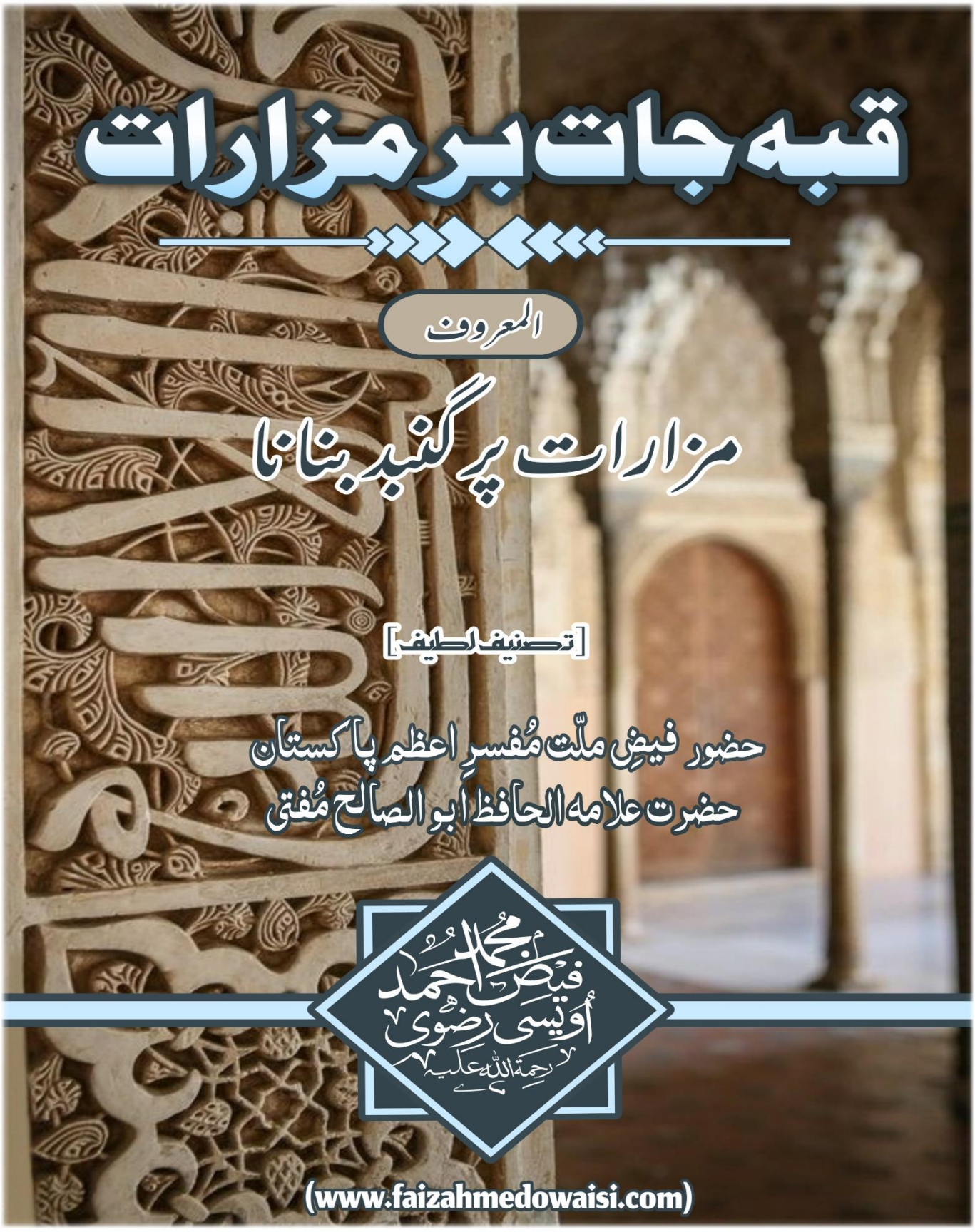
قبہ جات بر مزارات
المعروف
مزارات پر گنبد بنانا
[تصنیف لطیف]
حضور فیضِ ملّت مُفسرِ اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو الصالح مُفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی
رحمۃ اللہ علیہ
(www.faizahmedowaisi.com)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَیۡكَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ

قبہ جات بر مزارات

المعروف

مزارات پر گنبد بنانا

از

شمس المصنفین، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان،خلیفہ مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہ

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کی تصحیح کرلی جائے۔(شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

الحمدللّٰہ الذی جعل الارض کفاتاo واکرم المومنین احیاء واموا تاo وجعل موتھم راحۃً وسباتاًo وحرّم اھانتھم تحریماً بتاتاًo الصلوٰۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماء فراتاo واعطانا فی کل محجّۃ ابلح حجّۃ نقضا واثباتاo وابّد تعظیم المؤمنین ابدا لابدین ولم یوقت لہ میقاتاًo فجعلھم عظاماً وان صاروا عظاماًo وحرّم ایذاء ھم ولوکانوا رِفاتاًo وعلیٰ اٰلہٖ وصحابہٖ واھل وحزبہ المکرمین عند اللہ جمیعاو اشتاتا، جزی اللّٰہ المجیب خیرًا ویثیب۔

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے زمین کو جمع کرنیوالی بنایا، زندہ اور مردہ مومنوں کو عزت بخشی اوراُن کی موت کو سکون وآرام دہ بنایا اور اُن کی توہین کو قطعی طور حرام کیا، درود سلام ہو اُس ذات پر جس نے اپنے احسان اور بقیہ (بخشش) سے ہمیں خوب میٹھا پانی پلایا اور ہر میدان میں ہمیں نقض واثبات کے لئے بھاری حجہ عطا فرمائی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مومنوں کو عزت بخشی اور اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا اور مومنوں کو عظمت والا بنایا اگرچہ وہ ہڈیاں ہو جائیں اور ان کو ایذا دینا حرام کیا اگرچہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور آپ کے آل، اصحاب، اہل اور آپ کے گروہ پر جو عند اللہ مکرم ہیں، اجتماعی اور متفرق طور پر اللہ مجیب کو جزائے خیر اور ثواب عطا فرمائے۔

امابعد! انبیاء عظام واولیاء کرام کے اعزاز واکرام کے پیش نظر اور عوام کی سہولتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے مزارات کو عوام کی قبور سے نمایاں رکھنا اسلامی شعار ہے اور اسلامی شعار کی تعظیم حکم ربانی ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعٰٓىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ o (پارہ17، سورۃ الحج، آیت 32)

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

جس پر اہل سنت قدیم سے عمل پیرا ہیں کہ انبیاء واولیاء کے مزارات پر قبے ودیگر اہتمام کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کے بعد مسئلہ نزاعی (متنازع) بن گیا ہے۔ وہابی، دیوبندی نجدی تحریک کے حامی ہیں اور ہم اہل سنت بفضلہ تعالیٰ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اب اکثر نزاعی مسائل میں یہی عمل کارفرما ہے۔ فقیر نے بفضلہ تعالیٰ اپنے اسلاف کے ہر مسئلہ حق کی تائید میں کتاب لکھی اور دلائل پیش کئے۔ مزارات پر قبہ جات بھی اس کی ایک کڑی ہے۔

مقدمہ

قبورِ انبیاء عظام اوراولیاء کرام پر گنبد بنانا ہر دور میں جائز رہا ہے جب سے نجدی وہابی تحریک چلی اُس وقت سے فتویٰ بازی شروع ہوئی ہمارا وہابیوں دیوبندیوں کو چیلنج ہے کہ سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب اوران کے ہمنواؤں کے باقی کوئی ایسا دور ثابت کریں جو قبہ جات بر مزارات کے منکر ہوں ورنہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کے ماسوا باقی جملہ اہل اسلام اس کے قائل وعامل رہے اور رہیں گے۔انشاء اللّٰہ

عوام سے اپیل ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کو حق سمجھتے ہویا اس سے پہلے اوربعد کے علماء اور مشائخ کو میرے خیال میں سوائے چند ٹوٹروں کے باقی تمام امت محمدبن عبدالوہاب کو وہابی مذہب کا بانی اور گمراہ سمجھتی ہے بس اسی قول پر فیصلہ ہے کیونکہ ہم آگے چل کر قرآن واحادیث اوران مشائخ وائمہ کے اقوال وتصریحات پیش کریں گے جو ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان کو گمراہ اور گمراہ کن مانتے اور لکھتے ہیں اورسوالات و اعتراضات میں عوام خود دیکھ لیں کہ یہ اعتراضات کرنے والے دراصل محمد بن عبدالوہاب کے چیلے ہیں ہمارے دور کے وہابی دیوبندی اس کی نقل کرتے ہیں۔

عوام سے صرف اتنی گزارش ہے کہ وہ سوچیں کہ ایک طرف محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ابن تیمیہ ہے او ردوسری طرف دنیائے اسلام کے جملہ علماء ومشائخ بلکہ مزارات کے قبہ جات کے مسئلہ میں صحابہ کرام اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں اب تمہار ا فیصلہ تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔چاہے ادھر رہو یا ادھر لیکن یہ یادرہے کہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ہمنواؤں کو ان کے ہم عصر علماء ومشائخ نے گمراہ اور گمراہ کن لکھااوریہی کیفیت تاحال چل رہی ہے جو ان لوگوں کے ہمنوا ہیں انہیں عوام اورجملہ اہل حق وہابی کہتے ہیں اورجو ان کے خلاف ہیں انہیں سنی مسلمان کہاجاتاہے اب تم چاہو تو قبہ جات بر مزارات اولیاء کے منکر ہوکر وہابی ہو جاؤ چاہو اولیاء کرام سے وابستہ ہوکر سنی مسلمان رہو۔

باقی رہے دلائل تو وہ بفضلہ تعالیٰ قرآن واحادیث کی روشنی میں قبہ جات بر مزارات کے جواز میں بے شمار دلائل وبراہین موجود ہیں اورہر مخالف کو دیکھیں وہ بھی قرآن وحدیث سے دلائل دیتا ہے یہاں بھی وہابیوں دیوبندیوں نے ابن تیمیہ و محمد بن عبدالوہاب کی دلیلیں نقل کیں۔اب کتاب میں ہم ان کے دلائل لکھ کر جوابات پیش کریں گے۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ

انتباہ: ان وہابیوں دیوبندیوں کو ہمارے ساتھ دو قسم کے مسائل سے اختلاف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی عظمت وکمالات کے متعلقات اوراہل اموات سے متعلقہ امور وہ ان مسائل پر شرک وبدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں حالانکہ اسی

قسم کے امور خود بھی عمل میں لاتے ہیں تفصیل فقیر نے "العصمۃ عن البدعۃ" میں لکھ دی ہے۔ قبہ جات برمزارات کی تحقیق میں ایک مقدمہ، دوباب، ایک خاتمہ پر مشتمل کتاب ہذا حاضر ہے بنام "قبہ جات برمزارات"

وماتوفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

4 شوال المکرم 1408ھ

بہاولپور۔پاکستان

انبیاء واولیاء کے مزارات شعائر اللہ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعٰٓئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ (پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۳۲)

ترجمہ: اورجو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء کرام واولیاء عظام کے آثار ونشانات کے اکرام واعزاز کے لئے جگہ جگہ اہتمام فرمایا ہے۔

تفصیل فقیر کی کتاب "احسن البرکات فی البرکات" میں ہے۔

قبور دو طرح کی ہیں۔

1عام مومنین 2علماء مشائخ، اولیاء اللہ

جن کی تعظیم وتوقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامۃ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لئے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تاکہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جاسکے جائز ہے اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی وفاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کی آسائش اور صاحب قبر کی اظہارِ عظمت کے لئے اس کے آس پاس سایہ کے لئے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اورجن عوام مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئیں ہوں توان کو گرانا حرام ہے۔ پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسئلوں میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے وہابی دیوبندی فقہاء کرام

کے اسی اختلاف سے فائدہ اُٹھا کر عوام کو بہکاتے ہیں یہ ان کی اولیاء دشمنی کا بین ثبوت ہے ورنہ ہم سب کو یقین ہے کہ عوام و اولیاء کرام کے درمیان جیسے دنیا میں فرق وامتیاز ہے ایسے ہی ان کی قبور ومزارات کا۔ عوام کی قبروں کی تعظیم کا بھی حکم ہے اوراولیاء کرام تو اس سے اور زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں اسی لئے ان کی مزارات کے احکامات جدا ہیں مثلاً،

(1) اولیاء کی قبریں پکی بنانا (2) قدرِ سنت یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا (3) قبر کے آس پاس عمارت بنادینا پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

(1) قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا۔

(2) قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتاہے اس کو پختہ کرنا۔

مسئلہ: قبر کے اندرونی حصہ کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا بانس لگایا جائے توجائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے۔قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامۃ المسلمین کے لئے منع ہے اور خاص علماء کے لئے جائز ہے۔

مسئلہ:قبر کا تعویذ(قبر کا بالائی حصہ)ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اوراگر آس پاس چبوترہ اونچا کرکے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز ہے۔

مسئلہ:قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامۃ المسلمین کی قبروں پرتو منع ہے اور علماء فقہاء ومشائخ واولیاء کرام وانبیاء عظام کے مزارات پر قبہ جات وغیرہ بنانا جائز ہے تشریح و تحقیق آتی ہے۔انشاء اللّٰہ

قبہ:بروز جبہ، بمعنی بناء گردآوردہ یعنی گنبداور عرف میں کسی قبر پر سایہ دار تعمیر وغیرہ بنانا کبھی اس سے خیمہ بھی مراد لیا جاتاہے۔ اورجملہ مذاہب حقہ سابقہ اور دین اسلام کے جملہ پیروکار اس کے قائل اورعامل رہے اور ہیں کہ انبیاء عظام اور اولیاء کرام اور علماء و فقہاء وصلحاء کے مزارات پر قبہ جات یا خیمہ جات اس قسم کے سایہ دارشے اوران کے گرد یعنی قرب وجوار میں مساجد تعمیر کرنا اور زائرین کے لئے آسائش وآرام کے لئے مکانات بنانا کسی کو انکار نہ تھا نہ ہے جب سے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی وہابی تحریک چلائی اور جملہ مزارات کو ڈھایایہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدخضراء کو ڈھانے اور گرانے کا پروگرام بنایا لیکن قدرت نے اسے اس گندے ارادے کوپورا نہ کرنے دیا اور آج بھی ان کے یہی ارادے اورفتوے موجود ہیں کہ تمام قبہ جات یہاں تک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد مبارک بھی گرانا واجب اور ضروری ہے۔چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں،

(۱) آنحضور کا روضہ گرادینے کے لائق ہے۔ (فصل الخطاب از احمد بن علی بصری)

(۲) علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب میں فرماتے ہیں،

منها انه صح عنه انه يقول: لو أقدر على حجرة الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هدمتها[1]

یعنی ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ دوں۔

(۳) تطہیر الاعتقاد، صفحہ ۶۳ میں ہے، فان قلت: هذا قبر الرسول صلي الله عليه وسلم قد عمرت عليه قبة عظيمة انفقت فيها الاموالقلت هذا جهل عظيم بحقيقة الحال۔[2]

یعنی اگر کہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر بڑا قبہ ہے اس پر بہت مال خرچ ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ درحقیقت بہت بڑی جہالت ہے۔

عرف الجادی میں ہے: وازبناء برقبر نہی آمدہ پس بر ہرچہ مرفوع یا مشرف بودن قبر لغۃً راست آیداز منکرات شریعت باشد وانکار برآن وبرابر ساختنشن بخاک واجب ست برمسلمین بدون فرق درآنکہ گور پیغمبر باشد یا غیر او[3]

قبر پر ہر قسم کی عمارت کی نہی آئی ہے جو قبر اونچی بلند ہو اس کے لئے لعنت آئی ہے یہ شریعت میں برے اعمال سے ہے اسے مومنین کے برابر کرنا واجب ہے یہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردیں وہ نبی علیہ السلام کی قبر ہو یا کسی اور کی۔

انتباہ: ان حوالہ جات سے ہمارے عوام اب تو سمجھے ہونگے کہ یہ لوگ نہ صرف اولیاء کرام کے قبہ جات اور مزارات کے دشمن ہیں بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء کو گرانے کو بھی واجب سمجھتے ہیں ان کا بس چلے تو گنبد خضراء کو فوراً ڈھا دیں یہی وجہ ہے چند سال پہلے سعودی حکومت کے بُرے عزائم اخبارات میں پڑھے سنے گئے لیکن قدرت کو کچھ

---

[1] فصل الخطاب ہمیں میسر نہ آسکی۔

[2] (تطهير الاعتقاد عن أدران الإلحاد ويليه شرح الصدور في تحريم رفع القبور، ص84، مطبعة سفير، الرياض، المملكة العربية السعودية)

[3] (عرف الجادی من جنان ہدی الهادی، فصل در بیان عدم جواز رفع قبور انبیا وصلحا وائمہ، ص61، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ یونیورسٹی)

اور منظور ہے اسی لئے وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکے اب عوام خود سمجھیں کہ یہ لوگ قبہ جات بر مزارات کے دشمن کیوں ہیں۔

مزیدبرآں: اس طرح کے جزئیات بے شمار ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں قبہ جات و تعمیرات مزارات کاطریقہ مروج رہا اس کے بعد تبع تابعین تاائمہ مجتہدین اور فقہاء محدثین اور علماء ربانیین میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا نمونہ کے طور پر چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(1) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبرمبارک بوجہ فتنہ خوارج مخفی رکھی گئی ہارون الرشید نے اسے معلوم کر کے اس پر عالیشان عمارت قائم فرمائی یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ تھااور امام ابو یوسف بھی موجود تھے اور محکمہ احتساب پر انہیں کافی اقتدار حاصل تھا یہاں تک کہ ہارون الرشید قاضی ابو یوسف وامام محمد سے ہر وقت خوفزدہ رہتا۔قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گرفت میں جو بھی آیا تاریخ دان حضرات سے ان کے احتساب کے واقعات مخفی نہیں۔ہمارے مخالفین دیوبندی، وہابی حضرات قاضی ابویوسف وامام محمد وامام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کی موجودگی میں مزارِعلی کے قبہ وتعمیر کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۲) مشہد رضا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر سلطان محمود غزنوی قد س سرہ ‘نے از سرنو عمارت بنوائی اور سلطان محمود نہ صرف اسلامی بادشاہ تھے بلکہ ان کو مخالفین بھی عارفِ کامل اور ولی اکمل مانتے ہیں۔

(۳) تواریخ مشائخ و فقہاء اور محدثین اور علماء اولیاء مشاہدین کے خیرالقرون سے لے کر تاحال بہت سے بزرگوں کے مزارات کے قبہ جات بنے اور تاحال صدیوں سے پہلے قبہ جات تیار کردہ موجود ہیں سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے چیلوں کے کسی کو انکار تھا نہ ہے بلکہ حضرت ابوالحسن نورالدین علی بن احمد السخاوی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف مزارات کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے بنام"یحفتہ الاحباب وبغیۃ الطاب فی الفظ والمزارات والتراجم المبارکات"اس میں بے شمار بزرگوں کے قبہ جات کی تصریحات موجود ہیں جو مصر میں شائع ہوئی۔

باب اول: (قرآنی دلائل)

خداوندقدوس نے قرآنِ کریم میں اصحابِ کہف کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ○ (پارہ15، سورۃ الکھف، آیت 21)

ترجمہ: وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

تفاسیر: روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

''دیواری کہ ازشم مردم وشیدہ شون'' یعنی لا یعلم أحد تربتهم وتكون محفوظة من تطرق الناس كما حفظت تربة رسول الله بالحظيرة[4]

انہوں نے کہا کہ اصحابِ کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے راستہ بنانے سے محفوظ ہوجائیں۔ جیسے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر د ی گئی ہے۔

مزید روح البیان میں ہے کہ، يصلى فيه المسلمون ويتبركون بمكانهم[5]

یعنی لوگ اس میں نماز پڑھیں اوران سے برکت لیں۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا گیا۔

(1) اصحابِ کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا۔

(2) ان کے قریب مسجد بنانا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں یہ خیال غلط ہے کہ یہ حکم سابقہ امتوں کا ہے اس کا جواب فقیر تفصیل کے ساتھ آگے چل کر عرض کرے گا۔

تفسیر مدارک و خازن میں ہے کہ اصحاب کہف کے دہانہ پر مسجد تعمیر ہوئی تاکہ زائرین اس میں نماز پڑھیں یا نوافل ادا کریں اور ان صالحین کے مکان کی برکت سے متبرک ہوں۔[6]

تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا،

نَعْبُدُ اللّٰهَ فِيهِ وَنَسْتَبْقِي آثَارَ أَصْحَابِ الْكَهْفِ بِسَبَبِ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ[7]

یعنی اس میں ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس مسجد کے ذریعے اصحابِ کہف کے آثار کو باقی رکھیں۔

---

[4] (تفسیر روح البیان، سورۃ الکھف، الآیۃ 21، 232/5، دار الفکر۔بیروت)

[5] (تفسیر روح البیان، سورۃ الکھف: الآیۃ 21، 232/5، دار الفکر۔بیروت)

[6] (تفسیر النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)، سورۃ الکھف، الآیۃ 21، 9/2، دار الكتب العلمية۔بيروت)
(تفسیر الخازن و البغوي، سورۃ الکھف، الآیۃ 21، 166/2-165، دار الكتب العلمية۔بيروت)

[7] (تفسیر الرازی، سورۃ الکھف، الآیۃ 21، 106/21، دار الفکر)

اصحابِ کہف کے متعلق تفصیل اور ان پر تعمیر وغیرہ کی بحث فقیر اُویسی غفرلہ نے تفسیر اُویسی میں لکھ دی ہے یہاں بقدرِ ضرورت اسی پر اکتفا کیا جاتاہے۔

سوال: یہ اصحابِ کہف تو پہلے لوگوں یعنی گذشتہ امتوں میں ہیں وہ ہمارے لئے کیسے حجت ہوسکتے ہیں؟

جواب:ا ُصولِ فقہ کا مسلم قاعدہ ہے کہ، شرائع مَنْ قَبْلَنَا یَلْزَمُنَا [8]

بشرطیکہ وہ امور ہمارے اصول کے خلاف نہ ہوں۔تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب"احسن البیان فی اصول تفسیر القرآن"

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔(پارہ1،سورۃ البقرۃ،آیت125)

ترجمہ: اورابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

مقامِ ابراہیم: یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائی اور اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان تھا اس کو نماز کا مقام بنانے کا امر استحباب(قبولیت) کے لئے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کی دو رکعتیں ہیں یہی قول زیادہ موزوں ہے۔

شانِ نزول: سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمناہوئی کہ حرمِ محترم میں نمازیں پڑھتے ہیں لیکن آثارِمتبرکہ کے قرب میں عبادتِ الٰہی کی کچھ اور لذت مسرت ہوتی ہے کیا اچھا ہوتا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کے نشان کے پاس نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ، یَا رَسُولَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاہِیمَ مُصَلًّی [9]

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہی اچھا ہوتا جو مقامِ ابراہیم پر نماز پڑھتا۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (اس کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب"احسن البرکات فی التبرکات"میں ہے۔)

فائدہ: غورفرمایئے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مقام پر ہر طواف کے بعد دو رکعت کا حکم فرمانا اور اللہ کا اس تمنا پر آیت اتارنا اہل سنت کے مذہب کی کتنی عظیم تصدیق ہے کہ آج تک ابراہیم

---

[8] (اُصول السرخسی، 99/2، دارالکتب العلمیہ بیروت)

[9] (صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب واتخذوا من مقام إبراہیم مصلی، 1630/4، رقم الحدیث:4213، دار ابن کثیر)

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کے سامنے سر جھک رہے ہیں اور قدم مبارک کے اوپر قبہ بنانا تو جائز اور محبوبانِ خدا کے مزارات پر ناجائز یہ عجیب منطق ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ○ (پارہ27،سورۃ الواقعۃ، آیت75)

ترجمہ: تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں شاہ مردان قدس سرہ ؒ نے تفسیر کوثر، صفحہ 1651 میں لکھا ہے،

یا مواقع مان مراد مسجدیوں مقبرا اصحابن سگورن جا آہن جن کہ پان مشابہت تارن ڈنی آئن اصحابی کالنجوم الخ

یعنی یا مواقع سے مساجد اور صحابہ کرام کے مزارات مراد ہیں اس لئے کہ انہیں ستاروں سے مشابہت دی گئی ہے کہ "اصحابی کالنجوم"

تعارفِ شاہ مردان: شاہ مردان اول موجودہ پیر پگاڑو کے دادا تھے ان کا لقب پیر کوٹ دھنی تھا سید علی گوہر شاہ لاثانی لاولد تھے اس لئے انہوں نے اپنے تیسرے بھائی مردان شاہ کو اپنا جانشین بنایا لیکن شروع ہی سے آپ کے بڑے بھائی پیر علی مظفر شاہ سجادگی پر اپنا حق جتلا رہے تھے یہ معاملہ آخر کار عدالت تک پہنچا جہاں کافی عرصہ تک کیس چلنے کے بعد سمبر 1899ء میں اس کا فیصلہ سید شاہ مردان شاہ کے حق میں ہوا۔ پیر شاہ مردان شاہ ایک عالم اور اسلام کے پابند تھے انہیں اسلام سے اتنی محبت تھی کہ رات کو کافی دیر تک عبادت کرتے تھے آپ نے قرآن پاک کی تین جلدوں میں سندھی زبان میں تفسیر لکھی جس کو تفسیر کوثر کہا جاتاہے۔آپ صبح وشام غریبوں میں نقد پیسے و طعام اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرتے تھے۔ آپ سے پہلے چار دیوار یا (فصیل) کچی بنی ہوئی تھیں آپ نے پکی فصیل اور پکی رہائش گاہیں تعمیر کروائیں اسی لئے آپ کو کوٹ دھنی کہتے ہیں۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عہد کیا تھا کہ اس ملک کو جابر وظالم انگریزوں سے آزاد کرایا جائے۔ساری زندگی آپ جہاد میں مشغول رہے اور ۷ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں وفات پائی۔

فائدہ: ایک ولی کامل کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ مزارات محبوبانِ خداالله تعالیٰ کو کتنے محبوب ہیں کہ ان کی قسم قرآن مجید میں یاد فرمائی جس بدقسمت کو مزارات سے دشمنی ہو تو سمجھو کہ وہ خدا تعالیٰ کا مغضوب و مبغوض اور بدترین انسان ہے۔ الله تعالیٰ ہم سب کو اولیاء الله اور ان کے متعلقات و منسوبات سے عقیدت ومحبت عطا فرمائے۔آمین

باب دوم: (احادیث مبارکہ)

اصطلاح شرع شریف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل عمل ایسے ہی صحابہ کرام کے اقوال وافعال اور اعمال کا نام حدیث ہے۔ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے اوپر گنبد خضرا،قبہ مبارک اور چار دیواری وغیرہ ثبوت کے لئے کافی ہے۔اس قبہ مبارک کی تاریخ ملاحظہ ہو،

☆ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے پھر دفن کرتے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانِ خلافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچا دی۔

☆ ولید ابن الملک کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں 88ھ میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے۔چنانچہ خلاصۃ الوفاء میں ہے کہ

عن عمرو بن دينار وعبيد الله بن أبي زيد قالا لم يكن على عهد النبي صلى الله عليه وسلم على بيت النبي صلى الله عليه وسلم حائط فكان أوّل من بنى عليه جدارا عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال عبيد الله بن أبي زيد كان جداره قصيرا ثم بناه عبد الله بن الزبير اه وقال الحسن البصرى كنت أدخل بيوت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا غلام مراهق وأنال السقف بيدى وكان لكل بيت حجرة وكانت حجره من أكسية من شعر مربوطة فى خشب عرعر ولأبن عساكر [10]

بخاری شریف میں ہے: عَنْ بِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَاءِهِ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ [11]

---

[10] (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، الباب الرابع فى عمارة مسجد ها الاعظم النبوي الخ،الفصل العاشر: فيما يتعلق بالحجرة المنيفة الحاوية للقبور الخ، ص250، كتاب ناشرون ،بيروت،لبنان)

[11] (صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى قبر النبى صلى الله عليه وسلم وابى بكر وعمر، 1/469-468، رقم الحديث:1326، دار ابن كثير)

ہشام بن عروہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانے میں دیوار اُن پر گری تو ایک پیر ظاہر ہوا لوگ ڈر گئے اور سمجھے کہ شاید یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر مبارک ہے اُنہیں پہچاننے والا کوئی نہ ملا یہاں تک کہ حضرت عروہ نے کہا خدا کی قسم یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر نہیں بلکہ حضرت عمر کا پیر ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

۵۵ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پائی بنائی۔[12]

557ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی صورت میں مدینہ منورہ میں آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا لہٰذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور پھر روضۂ اقدس کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ پگھلا کر اس کو بھردیا پھر 678ھ میں سلطان قلاون صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بنوایا تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب "محبوبِ مدینہ" اور "تاریخ گنبد خضراء"

فائدہ: اُصولِ اسلام سے ہے کہ جو امر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے وہی آپ کے وارثین اولیاء کرام کے لئے بھی جائز ہے جب حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد اقدس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تجویز فرمایا اور تاحال اسی آن بان سے ہمارے میں موجود ہےاورانشاء اللہ تاقیامت موجود رہے گا تو اولیاء کرام کے قبہ جات بھی جائز ہیں۔ مخالفین کے پاس اگر گنبد خضراء کے عدم جواز کی کوئی دلیل ہے تو پیش کریں۔

سوال: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس پر تعمیر اور قبہ آپ کی خصوصیات سے ہے جیسے دوسری خصوصیات میں آپ کا کوئی شریک نہیں یہاں بھی کوئی ولی آپ کی خصوصیت میں شامل نہیں ہوسکتا۔

جواب1: اولاً تو خصوصیات مخصوص برسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تم قائل نہیں جیسے ہم نے مقدمہ میں حوالہ جات عرض کئے ہیں کہ تم کہتے ہو حضورکا گنبد وقبہ شرعاً گرانا واجب ہے۔

جواب2) یہ خصوصیت کس حدیث وروایت میں ہے۔

جواب3) خصوصیت ہے تو پھر اس میں ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مدفون ہیں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہاں مدفون ہوں گے۔

---

[12] (جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب ہفتم، ص 110، مطبع منشی نولکشور)

حدیث شریف میں ہے: عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ الْمُطَّلِبِ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ كَثِيرٌ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي [13]

یعنی کثیر بن زید مدنی سے روایت ہے کہ حضرت مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت عثمان بن مظعون نے وفات پائی تو ان کا جنازہ دفن کرنے کے لئے نکالا گیا پس حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک پتھر لانے کا حکم فرمایا وہ اسے اُٹھا نہ سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے پاس تشریف لے گئے اورآستینیں چڑھانے لگے۔ کثیر کا بیان ہے کہ مطلب نے فرمایا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے یہ حدیث سنائی انہوں نے فرمایاگویا میں اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک کلائیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں جبکہ آپ نے آستینیں چڑھائیں۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اُٹھایا اوران کے سر کے پاس رکھ دیا اورآپ نے فرمایا اے قبر!توجانتی ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے گھر والوں میں سے جو فوت ہوگا اسے ان کے پاس دفن کروں گا۔

بخاری شریف میں ہے، قَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ [14]

حضرت خارجہ بن زید نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں دیکھا جبکہ میں نوجوان تھا کہ ہم میں سب سے زیادہ چھلانگ لگانے والا اُس کو سمجھا جاتا جو حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

فائدہ: پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہوسکتی ہیں کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا۔اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کردیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا

---

[13] (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم، 212/3، رقم الحدیث:3206، المکتبة العصریة)
(مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، الفصل الثانی، 315/1، رقم الحدیث: 1711، دار ارقم)

[14] (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر، 458/1، دار ابن کثیر)

مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لئے قبر کچھ اونچی کردی جائے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کردی جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے کیونکہ اولیاء وعوام کے درمیان امتیاز ضروری ہے۔

مسئلہ: فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہو تو لوہے یا لکڑی کے صندوق میں میت کو رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کہگل(مٹی کی لپائی) کردو۔[15](شامی، عالمگیری، باب دفن ا لمیت وغیرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہیے۔

علمی قاعدہ: سیدنا عثمان بن مظعون کے مزار کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اونچا کرنا مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد ہے جو گویا اسلام یعنی مدنی زندگی کاپہلا دور ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس سے وہابی نجدی استدلال کرتے ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کو ڈھانے کا حکم دیا تھا وہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریب کا دور ہے۔ اب ہمارا سوال ہے کہ یا تو وہابیہ ثابت کریں کہ حدیث مظعون منسوخ ہے حالانکہ منسوخ نہیں یا مان جائیں کہ جن قبور کو ڈھانے کا حکم تھا وہ یہود ومنافقین کی قبریں تھیں ں۔ اس حدیث ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں سوائے ہیرا پھیری کے ہاں ان کا یہ سوال عامۃ الورود ہے کہ قبور پر قبہ وغیرہ بنایا پھر انہیں مساجد کی طرح آراستہ کرنا وغیرہ وغیرہ تو اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا فلہذا ان بدعتی امور سے احتراز لازم ہے۔ تفصیلی جوابات اور تحقیقی بیانات تو ہم آگے چل کر عرض کریں گے یہاں سردست اتنا کافی ہے کہ ہمارے نزدیک انبیاء کرام واولیاء کرام سے بڑھ کر کوئی معظم ومکرم نہیں اوران کے مزارات پر قبہ جات برائے ضرورت اور انہیں آراستہ وپیراستہ کرنا ان کی تعظیم ہے جیساکہ مسجد کو منقش کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات، رکوع اور اعراب سے خالی رکھو لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی تو یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہوگئے۔

ردالمحتار میں ہے،

مَا رُوِیَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ جَوِّدُوا الْقُرْآنَ كَانَ فِي زَمَنِهِمْ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ[16]

---

[15] (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، 2/234، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1412ھ/1992م)

[16] (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، 9/554، دار عالم الکتب، الریاض)

یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

نیز شامی میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کرکے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو، حرف کشادہ ہو، تقطیع بڑی ہو۔ یہ سارے احکام کیوں ہیں؟صرف قرآن کی عظمت کے لئے۔ اسی طرح یہ بھی ہے کہ اول زمانہ میں تعلیم وغیرہ پر اجرت لینا ناجائز تھا جس کی تفصیل فقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً جائز کیا گیا۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب سے وہابی تحریک چلی ہے اور اس کا سب سے اہم مقصد انبیاء واولیاء کرام کی قدر ومنزلت گھٹانا ہے بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کے امور کو شرک اور حرام کہنا ان کا شعار ہے جیسے آج کے دور نجدی حکومت میں مدینہ طیبہ میں آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر تصدیق کی جاسکتی ہے کہ وہاں ادب وتعظیم پر پابندی اور بے ادبی وگستاخی پر عمل درآمد ہورہاہے اسی لئے باقاعدہ مذکورہ ہمارے لئے اور زیادہ ضروری ہوگیا کہ ہم انبیاء و اولیاء کے اعزاز و اکرام کے لئے جتنا زور لگائیں کم ہے کیونکہ تعظیم انبیاء واولیاء ہمارا دین ہے اگر دین کے دوسرے امور میں اضافے جائز تو تعظیم نبوت وولایت کے لئے بھی اضافے جائز ہیں۔

بخاری ومشکوٰۃ میں ہے،

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً [17]

جب حسن بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوت ہوئے تواُن کی اہلیہ محترمہ نے اُن کی قبر پر ایک سال تک خیمہ لگائے رکھا۔

فوائد: یہ صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا کسی نے انکار نہ کیا۔

ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں پھر گھر واپس آئیں جیساکہ اسی حدیث میں ہے۔ اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

زوجہ ابن امام زین العابدین کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ، باب البکاء میں فرماتے ہیں،

---

[17] (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، 447/1، دار ابن کثیر)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، الفصل الثالث، 322/1، رقم الحدیث: 1749، دار ارقم)

الظاہر أنه لاجتماع الأحباب للذکر والقراءة وحضور الأصحاب للدعاء بالمغفرة والرحمة وأما حمل فعلها علی العبث المکروہ کما فعله ابن حجر فغیر لائق بصنیع أہل البیت[18]

ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لئے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بنانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لئے جائز ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر قبہ بنایا۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر۔

☆ حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا۔[19]

شرح موطا امام مالک میں ابوعبداللہ سلیمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب طائف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنفیہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر پختہ قبہ بنایا۔[20]

عینی شرح بخاری میں ہے: ضربه محمد بن الحنفية علی قبر ابن عباس[21]

ان صحابہ کرام نے یہ فعل یہ فعل کئے اور ساری امت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جاتی رہی۔ کسی محدث، کسی فقیہ، کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے کہ یہ نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ وہاں جانے والوں کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ مزار اقدس پر مجاوری بھی ثابت ہے اس لئے کہ مجاور اسی کو توکہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھنے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کی منتظم اور چابی والی تھیں جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی توان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے۔(مشکوٰۃ)

---

[18] (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب البكاء، 1249/3، رقم الحديث:1749، دار الفكر)

[19] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ والی تمام عبارتیں شرح موطا امام مالک میں موجود ہیں۔
(المنتقى شرح موطأ مالك، كتاب الجنائز، تحت حديث: 541، 595/2، دار الكتب العلمية، بيروت)

[20] حوالہ مذکورہ

[21] (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب مايكره من اتخاذ المساجد على القبور، 134/8، دار إحياء التراث العربي)

آج تک روضۂ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا ہاں وہابی غیر مقلدتو مجاوری کو ممکن ہے اب بھی حرام کہتے ہوں لیکن ان کے چھوٹے برادر دیوبندی کسی زمانہ میں ان کے ساتھ مل کر مجاوری کو حرام کہتے تھے لیکن جب سے محکمہ اوقاف کی مہربانی سے انہیں درباروں (مزاراتِ اولیاء کرام) کی مجاوری نصیب ہوئی ہے اور اب درباروں (مزاروں) پر ایسے سلیقے سے سج کر بیٹھتے ہیں گویا سات پشت مجاور ہیں تواب بفضلہ تعالیٰ ان کے نزدیک مجاوری عین اسلام ہے اگر محکمہ اوقاف ان کو مزارات کی ملازمت سے برطرف کردے تو پھر بدستو ر کہیں گے کہ مجاوری حرام وغیرہ وغیرہ۔

بخاری شریف کتاب الجنائز میں ہے:

رَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ [22]

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر خیمہ (قبہ)دیکھ کر فرمایا اے نوجوان اسے علیحدہ کردے اس پر اس کے اعمال سایہ کررہے ہیں۔

فائدہ: مزار پر سائبان خیمہ لگانا ثابت ہوا حضرت ابن عمر کا منع کرنا خیمہ لگانے والے کی غلط فہمی کا ازالہ مطلوب تھا اس لئے اس نے سمجھا ہوگا کہ اس سائبان سے میت کو کوئی فائدہ ہوگا حالانکہ یہ غلط تفصیل آتی ہے۔

اُم المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادرِ کلان نے قبہ بنایا چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علامہ سمہودی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں،

درخبراست کہ چوں عقیل بن ابی طالب چاہے دردارخود حضرکرداز انجاسنگے برآمدکہ دردی نوشتہ اند قبرام حبیبہ بنت ضحر بن حرب۔ عقیل آں چاہ رابانپاشت وعمارتے بربالائے قبر بناکرد سمہودی گوید روایات ہمہ ناظراننددرانکہ قبور امہات المومنین در ہمیں جاباشد کہ الآن زیارت ایشاں می کنند [23]

تاریخ میں ہے کہ جب عقیل ابن ابی طالب نے اپنے مکان میں ایک کنواں کھودا اس سے ایک پتھر نکلا جس پر لکھاتھا "قبرام حبیبہ بنت ضحر بن حرب"عقیل نے اس کنویں کو بڑا کردیا اور قبر کے اوپر ایک عمارت تعمیر کردی۔سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امہات المومنین کے مزارات اسی جگہ ہیں جہاں پر آج کل لوگ زیارت کرتے ہیں۔

---

[22] (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر، 458/1، دار ابن کثیر)

[23] (جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب دوازدہم، ذکر قبور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنھن، ص 164، مطبع منشی نولکشور)

فائدہ: حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حجت ہے اور وہ بھی دوسرے صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی میں جبکہ اس تعمیر پر کسی کا انکار بھی منقول نہیں۔

حضرت علامہ شاہ مظہر اللہ نقشبندی امام مسجد فتح پوری دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ میں مصباح الظلام سے بقول شاہ عبدالعزیز محدث لکھا ہے کہ سیدنا عمر فاروق نے جب ملک شام فتح کیاتو حضرت ابراہیم علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام کے مزارات پر قبے بنے ہوئے ملاحظہ فرمائے۔

فائدہ: ان روایات سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

☆قبہ جات برمزارات اسلامی اور دین حق کا شعار ہے کہ سابق انبیاء علیہم السلام کے اہل ایمان متبعین مزارات پر قبہ جات بنایا جرتے۔

☆ اگر قبہ جات مزارات پر ناجائز ہوتے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بت شکن کبھی قبوں کو باقی نہ رہنے دیتا فوراً ان کے توڑنے کا حکم فرماتالیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان قبوں کو جوں کا توں رکھا جس سے ثابت ہوا کہ قبہ جات اسلامی شعار ہیں جو خیر القرون سے تاحال جاری وساری ہیں اگر اختلاف ہے تو صرف نجدیوں وہابیوں کو۔

ترمذی شریف میں بی بی میمونہ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ہے، وَدَفَنَّاهَا فِي الظُّلَّةِ الَّتِي بَنَى بِهَا فِيهَا [24]

یعنی ہم نے انہیں اس ظلہ میں دفنایا جس میں ان کا زفاف ہوا۔

فائدہ: ظلہ ہمچوں صفہ و سائبان کہ جس میں برودت (سردی) وحرارت کا بچاؤ ہوسکے۔ صفہ دیوان خانہ یعنی نشست گاہ بلند جو مستصف ہو کوشک یعنی بلند قصر و دالان بزرگ۔ (غیاث ومنتخب و قاموس)

یہی قبہ جات برمزارات کا ثبوت ہے۔

سوال: طبقات ابن سعد میں ہے،"ثم دفنت فی موضع قبتها" [25]

یعنی وہ قبہ کے مقام کے مقام میں دفن ہوئیں۔

اس سے مقام قبہ(جگہ کانام) مع ثابت ہوا نہ کہ قبہ بر مزار۔

---

[24] (سنن الترمذی، کتاب الحج عن رسول اللہ، باب ماجاء فی الرخصة فی ذلک، 153/3، رقم الحدیث:845، دار الکتب العلمیة)

[25] (الطبقات الکبریٰ، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، 135/10، مکتبة الخانجی بالقاهرة)

جواب1: ہماری بیان کردہ روایت میں "الظُّلَّةِ" ہے قبہ اور "الظُّلَّةِ" میں فرق ہے ممکن ہے کہ مقامِ قبہ کوئی ہو لیکن "الظُّلَّةِ" کے ثبوت کے منافی نہیں۔

جواب 2: ابن سعد کی رواۃ میں ایک راوی میمون ہے وہ مدلس مشہور تھا دوسرا راوی جعفر ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہمی تھا فلہذا یہ حدیث ضعیف ناقابل اعتماد ہے۔

جواب3: ابن سعد نے صفیہ بنت شیبہ لکھا ہے اور اس نام کی کئی مستورات ہیں نامعلوم ابن سعد کس صفیہ کا لکھ رہے ہیں ہم نے تو بی بی میمونہ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہا ہے۔

جواب4: ہم نے صحاح ستہ کی صحیح ترمذی کی روایت عرض کی اور مخالفین ابن سعد کا نام لیتے ہیں کہاں امام ترمذی کہاں ابن سعد اور ظاہر ہے کہ ابن سعد کی روایات کا اکثر حصہ واقدی سے ماخوذ ہے۔صحاح ستہ کی صحیح اور معروف مستند کو چھوڑ کر ایک کمزور روایت کے سہارا لینے کا کیا معنی۔

امام کرمانی شارح بخاری: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ امام کرمانی شارح بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی میں اپنی قبر بناکر اس کے اردگرد گنبد بنوایا اور بعد الوفات اسی میں مدفون ہوئے کسی نے ان کے اس فعل کا انکار نہ کیا۔

فائدہ: اما م کرمانی شارح بخاری اور ان کے ہم عصر علماء کرام سے مخالفین کو طفل مکتب ہونے کی نسبت بھی نہیں چہ جائیکہ اپنے میاں مٹھو بن کر "نحن رجال و هم رجال"(ہم بھی انسان ہیں اوروہ بھی انسان ہیں) کہہ کر جس طرح کی بے پر کی اُڑائیں۔

باب سوم: (فتاویٰ علمائے کرام)

جس احادیث مبارکہ سے مخالفین استدلال کرتے ہیں وہ ان کی کج فہمی اور ابن تیمیہ و نجدیوں کی عقیدت کار فرماہے ورنہ ان احادیث مبارکہ کو اسلاف صالحین نے بھی پڑھا بلکہ ان سے کہیں زیادہ پڑھا اور جیسے انہوں نے احادیث کو سمجھا مخالفین کو ان کا عشر عشیر(تھوڑاساحصہ) بھی نصیب نہیں اسی لئے ذیل میں اسلاف صالحین کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔

روح البیان جلد3، پارہ10، آیت 18 "اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فبناء القباب على قبور العلماء والأولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم أمر جائز إذا كان القصد بذلک التعظيم فی أعين العامة حتی لا يحتقروا صاحب هذا القبر [26]

اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جب کہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے ،

قد أباح السلف البناء علی قبر المشايخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه اه [27]

پہلے علماء و مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے کہ ان کی لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام کریں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں:

درآخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام برظاہر مصلحت درتعمیر وترویج مشاہد ومقابرمشائخ وعظماديده چيزہا افزودندتااز انجاابہت وشوکت اہل اسلام وارباب صلاح پيداآيدخصوصاًدردیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود وکفار بسیار اندو ترویج واعلائے شان ایں مقامات باعث رعب وانقیادوایشاں است وبسا اعمال وافعال واوضاع کہ درزمان سلف از مکروہات بودہ درآخرزمان ازمستحسنات گشتہ [28]

یعنی آخر زمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے لہٰذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کردی تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہوخاص کر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنانِ دین ہیں ان مقامات کی اعلانِ شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہوگئے۔

شامی میں ہے، وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ الْبِنَاءُ إذَا كَانَ الْمَيِّتُ مِنْ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ [29]

کہاگیا ہے کہ اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔

درمختار میں ہے، لَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَقِيلَ لَا بَأْسَ بِهِ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ [30]

---

[26] (تفسیر روح البیان، سورۃ التوبۃ، 400/3، دارالفکر، بیروت)

[27] (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، 1217/3، دار الفکر)

[28] (شرح سفر السعادت، فصل دربیان گریہ برمیت بطریقیکہ خلاف شرع نباشد روا است، ص272)

[29] (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، 144/3، دار عالم الکتب، الریاض)

قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندید ہ ہے۔

سوال: چونکہ شامی اور درمختار نے عمارت کے جواز کو"قِیلَ"سے بیان کیا اس لئے یہ قول ضعیف ہے۔

جواب: ہر جگہ فقہ میں"قِیل"علامت ضعف نہیں اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو قول بیان کرتے ہیں اور دونوں"قِیلَ"سے ہاں معقولات میں"قِیلَ"علام ضعف ہے"قِیلَ"کی مکمل بحث فقیر کے رسالہ"قیل قالوا"میں ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے، وقد اعتاد أهل مصر وضع الأحجار حفظاً للقبور عن الإندارس، والنبش ولا بأس به وفی الدر ولا يجصص، ولا يطين، ولا يرفع عليه بناء، وقيل لا بأس به هو المختار [31]

(حاشية الطحاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی حملها ودفنها، صفحه405)

یعنی مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں تاکہ وہ مٹنے اکھڑنے سے محفوظ رہے او ر قبر کو گچ(پڑا) نہ کی جائے نہ کہگل(پلستر کرنا) کی جائے نہ اس پر عمارت بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے۔

المیزان میں امام شعرانی فرماتے ہیں: ومن ذلک قول الائمة الثلاثة أن القبر لايبنى ولا يجصص مع قول أبی حنيفة بجواز ذلک فالأول مشدد والثانی مخفف [32]

اسی میں سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جائے اور نہ اس کو گچ کی جائے باوجویکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

فائدہ حنفیہ: امام مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے دیوبندی چونکہ خود کو حنفی کہلاتے ہیں (اگرچہ درحقیقت یہ بھی وہابی ہیں) اسی لئے انہیں یہ قول مان لینا چاہیے تھا لیکن بجائے ماننے کے امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صرف صوفی سمجھ کر انکار کر دیا اور کبیری کی ایک عبارت کا سہاراڈھونڈ لیا چنانچہ دیوبندیوں کا رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی راہِ سنت میں لکھتا ہے کہ "دسویں صدی کے ایک صوفی کی بے سند نقل اور بے سروپا روایت سے جو نقل مذہب میں ہزاروں غلطیاں کر جاتے ہیں الخ"۔

(صفحہ 182)

---

[30] (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، 144/3، دار عالم الکتب، الریاض)

[31] (حاشية الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی حملها ودفنها، ص611، دار الکتب العلمية، بيروت)

[32] (کتاب المیزان الکبریٰ، کتاب الجنائز، 226/2 مطبوعه عالم الکتب بیروت)

تبصرۂ اُویسی غفرلہ: قارئین! دیکھا ایک معمولی سا پڑھا ملا دیوبندی کس طرح ایک عارف باللہ اور محبوب اللہ، ولی کامل پر برس رہا ہے صرف اس لئے کہ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر جات کا ثبوت بہم کیوں پہنچایا اور بیک سانس بے سند نقل اور بے سر و پا روایت کا الزام تھوپ کر انہیں ہزاروں غلطیوں کا مرتکب گردانا حالانکہ جملہ اہل مذاہب (احناف، حنابلہ، مالکی، شافعی) متفق ہیں کہ امام شعرانی قدس سرہ نے المیزان الکبریٰ لکھ کر مذہب کی تطبیق (موافقت) کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ افسوس ہے کہ تعصب مذہبی نے گکھڑوی کا بیڑا غرق کر دیا کہ ان پر کیسے گندے الزام لگائے اور ہزاروں غلطیوں کا مرتکب اور غلط روایت و بے سند نقل کا ناقل اسلام کا بہت بڑا مجرم قرار بتایا اور ایسے مجرم کی سزا سوائے جہنم کے اور کہاں؟ گکھڑوی جیسے بدبخت کو کیا معلوم کہ امام شعرانی قدس سرہ کا کتنا مرتبہ بلند ہے اسے معلوم نہ ہو تو گھر کی گواہی پڑھ لے۔

امام شعرانی کا مقام: مخالفین کے مایہ ناز ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور 28 جون 1963ء کے پرچہ میں صفحہ 11 پر لکھا ہے کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے کہ میں مصر میں ہوتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح گفتگو کرتا ہوں جیسے کوئی ہم مجلس سے بات کرتا یہ میں مصر میں ہوتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ پر میرے ہاتھ ہوتے ہیں اور فرمایا کہ جس کو یہ حال اور ذوق حاصل نہیں ہے وہ اس قسم کی گفتگو اور مشاہدہ کا انکار کرتا ہے۔ [33]

(لطائف المنن، مصنفہ امام شعرانی، صفحہ 142، خدام الدین، 28 جون 1963، صفحہ 11)

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی اللہ مصر میں بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ مدینہ منورہ تک بڑھا سکتے ہیں یہ تو ایک ولی کی طاقت ہے تو پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت و طاقت کے تو کیا کہنے بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک تمام جہان کو روشن کئے ہوئے ہے اور ہر جگہ ہر مقام سے دیکھنے والے آپ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

فائدہ: اسی خدام الدین مذکور میں لکھا ہے کہ اس شبہ کے جواب میں کہ دور دور کے اقطار میں بہت سے دیکھنے والے ایک وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر دیکھتے اور مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ حافظ سیوطی فرماتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان میں سورج اور اور اس کا نور تیز اور چمکدار اور پھیلاؤ میں مشرق و مغرب کے شہروں تک پھیلتا ہے۔ [34]

(الحاوی للفتاویٰ مصنفہ علامہ سیوطی، خدام الدین 27 جون 1963ء)

---

[33] (خدام الدین، 28 جون 1963، صفحہ 11، لاہور)

[34] (خدام الدین، 27 جون 1963ء، لاہور)

اور قاعدۂ شرعیہ ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب میں دیکھے وہ آپ کو بیداری میں ضرور دیکھے گا اسی خدام الدین مذکورہ پرچہ میں لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ بیداری میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ اور دیکھنا ہو سکتا ہے۔([35]) (خدام الدین 28جون 1963ء)

امام شعرانی پر الزام کا جواب: امام شعرانی قدس سرہٗ نے تطبیق مذاہب اربعہ میں جن ائمہ عظام کے اقوال نقل فرمائے ہیں وہ صحیح اور مستند ہیں صرف گکھڑوی کو اپنا انجام برباد کرنا تھا سو کردیا ورنہ کبیری کی جو عبارت نقل کی ہے اس کی سند صحیح کا کیا ثبوت ہے صرف وہی جو اس نے خود فرمایا جو گکھڑوی کو غلط فہمی سے بھاگیا اور وہ بھی ہمارے موقف کے منافی نہیں اس لئے کہ مکروہ مطلق جہاں بتایا گیا ہے وہاں عام قبور مراد ہیں جس کے ہم بھی قائل ہیں اور جہاں اسے جواز بتایاوہاں خواص انبیاء و اولیاء مراد ہیں تفصیل آتی ہے۔ (انشاء اللّٰہ)

فرعونی وراثت: اس باب کے آخر میں عرض کروں کہ مزارات اور قبہ جات کے گرانے کے خیالات فرعون کی وراثت ہے چنانچہ حضرت النابلسی قدس سرہ کی کشف النور سے صاحب تفسیر روح البیا ن نے پارہ 26،سورۃ فتح، آیت 18"اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ" ترجمہ (جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے)میں لکھا کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ اولیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہٰذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے ورنہ وہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچالیتے۔

فاعلم أن هذا الصنيع فر صراح مأخوذ من قول فرعون على ماحكاه الله تعالى لنا فى كتابه القديم وقال فرعون ذوونى أقتل موسى وليدع ربه إنى أخاف أن يبدل دينكم أو أن يظهر فى الأرض الفساد [36]

یعنی توجان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ اپنے خدا کو بلالے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔

---

[35] (خدام الدین، 28جون 1963ء،لاہور)

[36] (تفسیر روح البیان، سورۃ الفتح، جلد9،صفحہ34، دار الفکر ، بیروت)

یعنی قبے اور قبو ر ڈھانا ایک امر موہوم ہے یعنی عوام کو گمراہی کے خوف سے اور واقعی یہ امر موہوم ہے ورنہ چودہ صدیوں سے اولیاء کرام کے ماننے والے اہل سنت عوام گمراہ ہوئے نہ گمراہی کا شائبہ ان سے صادر ہوا البتہ ان پر بدگمانی کرنے والے خود گمراہی کے دلدل میں ایسے پھنسے کہ نجات کا امکان بھی نہ رہا۔

باب چھارم: (عقلیات)

دیوبندیوں وہابیوں سے ہمارے اصولی اختلافات ہیں ان اصولوں کا تصفیہ ہوجائے تو کوئی جھگڑا نہ رہے گا لیکن نہ وہ اپنے اصول ترک کرسکتے ہیں نہ ہم مثلاً

☆ ہم انبیاء واولیاء کو مزارات میں زندہ مانتے ہیں صرف قلب مکان ہوئی ورنہ انبیاء کی حقیقی اور اولیاء کی برزخی زندگی حق ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء مر کر مٹی میں مرگئے۔ معاذاللہ (تقویۃ الایمان)

☆ ہم انبیاء واولیاء کے مزارات کو مقدس ومعظم سمجھتے ہیں اور ان کی تعظیم وتکریم کو عین اسلام سمجھتے ہیں اور وہ ان کے مزارات کو مٹی کا ڈھیر اور ان کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں۔

☆ ہم مزارات والوں سے مدد کے قائل وعامل ہیں اور وہ اسے شرک اکبر اور ہمیں ابوجہل سے بدتر مشرک کہتے ہیں۔

☆ ہم مزارات کے قرب میں بیٹھ کر فیوض وبرکات موسلادھار بارش کی طرح نزولِ رحمت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک ایسا عقیدہ کفر و شرک ہے۔

☆ہم مزارات والوں کے نزدیک بیٹھ کر قرآن خوانی اور عبادات ونوافل کو نجات کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ شرک ہے۔

☆ ہم مزارات کا اعزاز واکرام عوام کے قلوب میں بٹھانے کو ان کی سلامتی ایمان اور دینوی امور کا وسیلہ اور آخرت کی نجات کا اعلیٰ ذریعہ سمجھتے ہیں اور وہ اسے شرک وبدعت قرار دیتے ہیں۔

دلائل: ہمارے مذکورہ بالااُصول پر عقل بھی چاہتی ہے کہ قبہ جات جائز ہیں عموماً دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتاہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں بلکہ خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اُٹھ جاتاہے۔

مشکوٰۃ میں اور مرقات میں ہے کہ مسلما ن کی زندگی اور بعد موت یکساں ادب کرنا چاہیے اسی طرح عالمگیری اور اشعۃ اللمعات میں ہے کہ والدین کی قبر کو چومنا جائز ہے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی زندگی میں اس سے بیٹھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام قدر زندگی کے احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے لہٰذا موت بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہٰذا کم از کم مستحب ہے۔

جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا مساجد ممتاز رہتی ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں علماء کو چاہیے کہ اپنی وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سا رکھیں تاکہ لوگ ان کو پہچان کر مسائل دریافت کریں اسی طرح چاہیے کہ علماء ومشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تاکہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔

مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیساکہ ہم پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کرچکے ہیں اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہٰذا قبروں کا ادب کرنا چاہیے۔ ادب کے ہر ملک اور زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں جو طریقہ بھی ادب کا خلافِ اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں قرآنِ پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا جاتاتھا، مسجد نبوی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے کہ بارش میں ٹپکتی تھی مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی اورشاندار روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پر چھاپا گیا۔دُرِمختار میں ہے،

وَ جَازَ تَحْلِيَةُ الْمُصْحَفِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْظِيمِهِ كَمَا فِي نَقْشِ الْمَسْجِدِ [37]

اس کے ماتحت شامی میں ہے، أَيْ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ [38]

یعنی سونا اور چاندی۔

یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے جیساکہ مسجد کو منقش کرنا۔

صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات،رکوع اور اعراب سے خالی رکھو لیکن زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہوگئے۔ شامی میں ہے،

رُوِيَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ جَوِّدُوا الْقُرْآنَ كَانَ فِي زَمَنِهِمْ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ [39]

---

[37] (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، 9/554، دار عالم الکتب، الریاض)

[38] حوالہ مذکورہ

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

اسی مقام پر شامی میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کرکے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو، حرف کشادہ ہوں، تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں صرف قرآن کی عظمت کے لئے۔

خیرالقرون یعنی اول زمانہ میں تعلیم قرآن و اذان وامامت پر اجرت لینا حرام تھا حدیث وفقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً جائز کیا گیا حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی۔ ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا جب اس کو گرا دیا تب جواب سلام کا دیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث میں ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِي مَالِهِ جَعَلَهُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ [40]

یعنی جب بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتاہے۔

لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں اگر بدعاتِ مذکورہ اسلام میں کسی اصول اسلامی کے مطابق جائز ہے تو اولیاء اللہ کے قبہ جات بھی انہی اصول پر جائز ہیں۔

اولیاء اللہ کے مقابر کا پختہ ہونا: وہاں ہندو اور دیگر کفار زیارت کو جاتے ہیں۔ بہت سے ہندوؤں او ر رافضیوں نے خواجہ صاحب کی دھوم دھام دیکھ کر اسلام قبول کرلیا اور سچے پکے سنی مسلمان ہوگئے۔ تجربہ شاہد ہے کہ کتنے بڑے پایہ کا ولی اللہ ہو لیکن اس کے مزار پر کسی قسم کا اہتمام نہ ہو تو اس مزار پر بہت کم لوگ جاتے ہیں لیکن جہاں صحیح انتظام ہو وہاں عوام کا تانتا بندھا رہتاہے قطع نظراختلاف کے مخالفین بتائیں کہ مساجد میں موجودہ انتظامات بدعت ہیں جن مساجد میں بہترین انتظام ہو کہ گرمیوں میں ائیر کنڈیشن، سردیوں میں گرم پانی اور فرش وغیرہ ہوتو مساجد نمازیوں سے بھر جاتی ہیں اگر آج

---

[39] حوالہ مذکورہ

[40] (شعب الایمان البیھقی.فصل فی ذم بناء مالا یحتاج الیہ من القصوروالدور، 227/13،رقم الحدیث:10234، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض بالتعاون مع الدار السلفیۃ ببومبای بالھند)

بھی زمانہ نبوی کے مطابق کوئی مسجد ہو کہ نہ روشنی نہ فرش اور چھت کچی اور دیوار ہی دیوار جس کی نہ کھڑکی نہ روشندان تو پھر دیکھئے کتنے نمازی آتے ہیں۔

قبرستان کی ساری قبریں کچی ہوں تو وہ تھوڑے عرصہ میں گرا کر برابر ہوجاتی ہیں اور سادہ زمین پر عوام قبضہ جمالیتے ہیں لہٰذا اب سخت ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تاکہ ان سے زمین کا قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم ہوں۔

دورِ حاضرہ میں کہ ہواؤ ہوس کا دور دورہ ہے، خواہشاتِ نفسانیہ کا راج ہے، خود غرضی زوروں پر ہے، حقوق تلفی میں کسی حیاء وشرم کا تصور بھی نہیں آتا سابق دور میں ہفت درویش، بکلمے بگنجند والا معاملہ تھا آج باپ بیٹا ایک مکان اور ایک کمرہ میں یکجا رہنا گوارا نہیں کرسکتے یہی وجہ ہے کہ آبادی کا تناسب ہر شہر وقصبہ میں روزانہ بڑھتا جارہاہے اسی لئے جہاں بھی کسی کا سفید ٹکڑا زمین کا ملا قبضہ جمالیا اور گورستان کے بچے کچے قطعے تو شیر مادر کی طرح سمجھے جاتے ہیں بلکہ ہم نے بیشمار گورستان آنکھوں سے دیکھے ہیں کہ کل اگر وہ ان کچی قبروں کا گورستان تھا تو صبح کو صاحب کی کوٹھی یا بنگلہ یا کم از کم جھونپڑے والے مکان ضرور نظر آتے ہیں اسی لئے فقہاء کرام نے لکھا

☆ مدارج النبوت میں ہے کہ بخارا میں پختہ قبور دیکھی گئیں کہ خشت ہائے تراشیدہ سے تعمیر شدہ تھیں۔

☆ حضرت اسماعیل زاہد جو مشاہیر فقہاء سے تھے وہ بھی اس کے مجوز تھے کہ قبور پختہ ہوں۔ (مطالب المومنین، مدارج)

(۳) فتاویٰ ہمایونی (سندھی) میں درمختار کی عبارت کے بعد لکھا کہ"خشت پختہ زدن جائز است" بالائے قبر قبرکے اوپر پکی اینٹ ڈالنا جائز ہے۔

فائدہ: فقہاء کرا م کا جواز اگرچہ اس وقت بوجہ ضرورت کے تھا کہ ریتلی زمین یا کلر زدہ ہو تو اندر کا حصہ بھی بوقت ضرورت جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ممانعت ہے اس کی خاص وجہ ہے جسے فقیر آگے تحقیق سے عرض کرے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ جب عام قبور کی حفاظت کے لئے شریعت میں اتنی وسعت ہے تو اولیاء کرام کے مزارات کے لئے اس سے بڑھ کر وسعت ہونی چاہیے بالخصوص دورِ حاضرہ میں کہ وہابیت اولیاء دشمنی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے بلکہ وہ تو مزارات کو بت خانے سمجھتے ہیں ان کا بس چلے تو منٹوں میں مزارات پر ہل چلا دیں خود ان سے پوچھ لیجئے فلہذا اے غافل سنی ہوشیار باش۔

باب پنجم: احادیث مبارکہ

ہم اہل سنت موت کو پل کی مانند سمجھتے ہیں قلب مکانی کرکے انسان عالم دنیا سے عالم برزخ میں جاپہنچتا ہے اسی لئے ہم عوام مُردوں کی عزت واحترام کا بھی خیال رکھتے ہیں چہ جائیکہ انبیاء واولیاء وہ تو بطریق اولیٰ اعزاز و اکرام کے مستحق ہیں بلکہ مردہ (اہل قبر) دنیا والوں کی بے عزتی اور بے حرمتی کو برداشت نہیں کرتا۔

☆ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا[41]

یعنی مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

یہ حدیث الفردوس میں ان لفظوں سے ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: إن الميت يؤذيه فى قبره ما يؤذيه فى بيته[42]

مردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے ایذا ہوتی ہے۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں: أَفَادَ أَنَّ حُرْمَةَ الْمُؤمن بعد مَوته بَاقِيَة[43]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: أَذَى الْمُؤْمِنِ فِي مَوْتِهِ كَأَذَاهُ فِي حَيَاتِهِ[44]

یعنی مسلمان مردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔

علماء فرماتے ہیں: الْمَيِّتَ يَتَأَذَّى بِمَا يَتَأَذَّى بِهِ الْحَيُّ[45]

یعنی جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔

اور حضرت علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں علامہ ابو عمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں،

از ینجا مستفاد می گردد کہ میّت متالم می گردد بجمیع انچہ متالم می گردد بدان حی ولازم این ست کہ متلذذ گردد بتمام انچہ متلذذمے شود بداں زندہ[46]

---

41) (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم ہل یتنکب ذلک المکان، 213/3، رقم الحدیث:3207، المکتبۃ العصریۃ)
(مسند احمد بن حنبل، باقی مسند الانصار، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 105/6، رقم الحدیث:24218، دار إحیاء التراث العربی)

42) (مسند الفردوس بمأثور الخطاب، 199/1، رقم الحدیث:754، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

43) (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الکاف، 12/3، رقم الحدیث:6232، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

44) (مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الجنائز، باب ما قالوا سب الموتی، وما کرہ من ذلک، 600/4، رقم الحدیث:12105، مکتبۃ الرشد)

45) (ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، 556/1، دار عالم الکتب، الریاض)

یہاں سے معلوم ہوا کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے اس کو لازم یہ ہے کہ ہے اسے ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندوں کو لذت ملتی ہے۔

انتباہ: ہمارے علماء نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے،

"فی الشامیہ عن الطحطاویۃ آخر کتاب الطھارۃ نصوا علیٰ "أَنَّ الْمُرُورَ فِي سِكَّةٍ حَادِثَةٍ فِيهَا حَرَامٌ" [47]

یعنی آخر کتاب الطہارۃ شامی میں طحطاوی سے ہے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

مقبرے کی گھاس (سبزہ) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کو جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انہیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں۔ردالمحتار میں ہے:

يُكْرَهُ أَيْضًا قَطْعُ النَّبَاتِ الرَّطْبِ وَالْحَشِيشِ مِنْ الْمَقْبَرَةِ دُونَ الْيَابِسِ كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالدُّرَرِ وَشَرْحِ الْمُنْيَةِ وَعَلَّلَهُ فِي الْإِمْدَادِ بِأَنَّهُ مَا دَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ اللَّهَ تَعَالَى فَيُؤْنِسُ الْمَيِّتَ وَتَنْزِلُ بِذِكْرِهِ الرَّحْمَةُ اھ وَنَحْوُهُ فِي الْخَانِيَّةِ [48]

یعنی تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک گھاس کا نہیں جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میّت کو انس حاصل ہوتا ہے خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتھی۔

"وفی العالمگیریۃ عن البحر الرائق "لَوْ كان فيها حَشِيشٌ يُحَشُّ وَيُرْسَلُ إلَى الدَّوَابِّ وَلَا تُرْسَلُ الدَّوَابُّ فيها [49]

اور عالمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا ارشاد فرمایا "ہائے کم بختی تیری اے طائفی جُوتے والے! پھینک اپنی جوتی"۔

اخرج الائمۃ ابوداؤد النسائی والطحطاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ للامام الحنفی

---

[46] (اشعة اللمعات، باب دفن الميت، 696/1، تيج كمار لكهنؤ)

[47] (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، 556/1، دار عالم الكتب، الرياض)

[48] (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، فصلل: لا يكره الدفن ليلا، 155/3، دار عالم الكتب، الرياض)

[49] (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف، باب الثاني: عشر في الرباطات، 416/2، دار الفكر، بيروت)

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَمْشِي بَيْنَ الْقُبُورِ فِي نَعْلَيْنِ، فَقَالَ وَيْحَكَ يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ [50]

یعنی ابوداؤد، نسائی اور طحطاوی وغیر ہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایاخرابی ہو تیری اے جوتیوں والے اپنی جوتیاں اتاردے۔

السِّبتته بكسر المهملة وسكون الموحدة هي التي لا شعر فيها قال القاضي عياض وكان ''من عادة العرب لباس النعال بشعرها غير مدبوغة وكانت المدبوغة تعمل بالطائف وغيره الخ'' [51]

(تاريخ سبتته للقاضي عياض)

سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون باء سے مراد وہ چمڑا ہے جس میں بال نہ ہوں۔ قاضی عیاض نے فرمایاعرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے الخ۔

فائدہ: فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔

حيث قال في مراقي الفلاح أخبرني شيخي العلامة محمد بن أحمد الحموي الحنفي رحمه الله بأنهم يتأذون بخفق النعال اه [52]

(مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في حملها ودفنها، صفحه 233)

اس لئے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبردی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہ مُردے جوتیوں کی آواز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

---

[50] (شرح معاني الآثار، كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور، بالنعال، 1/510، رقم الحديث: 2907، مكتبة العبيكان)

[51] الفاظ تھوڑے مختلف ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للقاضي عياض، المسمى: إكمال المعلم بفوائد مسلم، كتاب الحج، باب الاهلال من حيث تنبعث الراحلة، 4/185، دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع)

اس کے علاوہ یہ عبارت دیگر مشہور کُتب جیسے صحیح مسلم بشرح النووي، الكواكب الدراري، شرح الكرماني على صحيح البخاري وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

[52] (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، فصل: في زيارة القبور، بالنعال، ص314، مكتبة المدينة كراتشي باكستان)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ [53]

"رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ"

بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔

اسے مسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا ارشاد فرمایا او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے نہ وہ تجھے ایذا دے۔

"وأخرج الطبرانی والحاکم وإبن مندہ عن عمارۃ بن حزم قال رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر إنزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک [54] ولفظ الامام الحنفی "فَلَا يُؤْذِيک" [55]

طحطاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابنِ مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں "فَلَا يُؤْذِيک" (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہٖ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا، لَا تُؤْذِ صَاحِبَ الْقَبْرِ [56] یعنی صاحب قبر کو ایذا نہ دے

---

[53] (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی کراھیۃ القعود علی القبر، 33/9، حدیث، المکتبۃ العصریۃ 2809)

(سنن ابن ماجہ، کتاب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن المشی علی القبور والجلوس علیھا، 508/2، رقم الحدیث:1566، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ: الأولی، 1430ھ 2009م)

(سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب التشدید فی الجلوس علی القبور، 95/4، رقم الحدیث:2044، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ)

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ، 667/2، رقم الحدیث: 971، دار إحیاء الکتب العربیۃ)

[54] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ص 292، دار المعرفۃ لبنان)

[55] (شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجلوس علی القبور، 515/1، رقم الحدیث: 2944، مکتبۃ العبیکان)

[56] (مسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار رضي الله عنهم، مسند عمارة بن حزم الأنصاري، 223/5، رقم الحدیث:27918، دار إحیاء التراث العربي)

فائدہ: شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں :

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن برقبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوے اھ [57]

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگائے جانے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔اھ

فائدہ: اس توجیہ پر امام علامہ عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ نے جزم فرمایا تصریح فرماتے ہیں کہ ارواح کو ان کی بے حرمتی وتنقیصِ شان معلوم ہوجاتی ہے لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔چنانچہ فرمایا:

"سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بالترک اقامۃ الحرمۃ وبالاستھانہ فتتاذی بذلک اھ" [58]

سیدی عبدالغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایااس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ أَوْ سَيْفٍ أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرِ رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسنادہ جیّد کما فاد المنذری [59]

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔

اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیااس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،''لأن أطأ على جمرة أحب إلي من أن أطأ على قبر مسلم '' [60]

رواہ الطبرانی فی الکبیر بإسناد حسن''قالہ امام عبدالعظیم''

یعنی بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پرپاؤں رکھنے سے۔

(مشکاۃ المصابیح،کتاب الجنائز،باب دفن المیت،الفصل اول،317/1،رقم الحدیث:1721، دار ارقم)

[57] (اشعۃ اللمعات،باب دفن المیت،699/1،مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

[58] (حدیقہ ندیہ،الصنف الثامن الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل،505/2،مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

[59] (سنن ابن ماجہ،کتاب ماجاء فی الجنائز،باب ما جاء فی النھی عن المشی علی القبور والجلوس علیھا،508/2،رقم الحدیث:1567،دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ:الأولی،1430ھ 2009م)

[60] (المعجم الکبیر،باب العین،فصلعبداللہ بن مسعود الخ،197/9،رقم الحدیث:8966)

(الترغیب والترھیب،کتاب الجنائز ومایتقدمھا،202/4،دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن روایت کیا جیسا کہ امام عبدالعظیم نے کہا ہے۔

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا: كما أكره أذى المؤمن فى حياته فإنى أكره أذاه بعد موته[61]

اخرجه سعيد بن منصور فى سننه كما فى شرح الصدور

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتاہوں۔

اسے سعیدبن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔

مسائل فقہیہ: انہی روایات سے فقہاء کرام نے مسائل اخذ فرمائے ہیں۔

محقق علی الاطلاق حضرت ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: الِاتِّفَاقُ عَلَى أَنَّ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا[62]

(فتح القدير لكمال بن الهمام، كتاب الصلاة، باب فصل فى الدفن، جلد3، صفحه431)

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔

فائدہ: بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو عزت واحترام منجانب اللہ نصیب ہے اسی لئے ان کی تعظیم تاقیامت ہوتی رہے گی۔

انہی احادیث سے ہمارے علماء نے بے ضرورت قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمت مومن کے خلاف ترکِ ادب وگستاخی ہے چنانچہ

"فى النوادر والتحفة والبدائع والمحيط وغيرها ''وَكَرِهَ أَبُو حَنِيفَةَ أَنْ يُوطَأَ عَلَى قَبْرٍ، أَوْ يُجْلَسَ عَلَيْهِ، أَوْ يُنَامَ عَلَيْهِ أَوْ تُقْضَى عَلَيْهِ حَاجَةٌ مِنْ بَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ ''كذا نقل العلامة ابن امير الحاج فى الحلية"[63]

یعنی تحفہ،بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ سیدناابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کو روندنا، اس پر بیٹھنا،اس پر نیند کرنا اور اس پر قضاء حاجت پھرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ "اسی طرح ابن امیر الحاج نے حلیہ میں نقل کیا"۔

اور اُصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جہاں فقہ میں کراہت مطلق ہو وہاں مکروہ تحریمی مراد ہوتاہے۔

---

[61] (شرح الصدوربشرح حال الموتى والقبور، ص292، دار المعرفة لبنان)

[62] (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الدفن، 140/2، دار الفكر)

[63] (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل بيان وجوب الدفن، فصل في سنة الدفن، 320/1، دار الكتب العلمية)

(تحفة الفقهاء، باب الدفن وحكم الشهداء، 357/1، دار الكتب العلمية بيروت)

فائدہ: بے ضرورت اس کی قید اس لئے کہ کبھی ضرورت سے ایسا کرنا پڑتا ہے مثلاً قبرستان میں میت کے لئے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کے لئے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں ان اموات کے لئے دعا واستغفار کرتے جائیں۔

"حاشية العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:"وفي شرح المشكاة، والوطء لحاجة كدفن الميت لا يكره، وفي السراج فإن لم يكن له طريق إلا على القبر جاز له المشي عليه للضرورة"[64]

(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی زيارة القبور، صفحه412)

یعنی علامہ طحطاوی کے حاشیہ مراقی الفلاح میں شرح مشکوٰۃ سے ہے کہ ضرورت کے پیش نظر مثلاً میت کو دفن کرنے جانا ہو توقبروں پر سے گزرنا مکروہ نہیں اور سراج میں سے ہے کہ اگر قبر پر ہی گزرنے کا راستہ ہو تواس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درر وغرر میں فرماتے ہیں،

لاباس بزيارة القبور والدعاء للاموات ان كانوا مومنين من وطئ القبور "كما فی البدائع والملتقط اه"[65]

قبروں کی زیارت اور مردوں کے حق میں دعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیساکہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے: من آفات الرجل المشی علی المقابر[66]

پیر کی آفتوں میں سے قبروں کاروندنا ہے۔

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزاء واقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے،وہ ان قبروں کو روند تے ہوئے اپنے عزیزوں کی گورتک جاتے ہیں انھیں چاہیے کنارِ گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

(فقد قال فی الفتح يكره) وَالْجُلُوسُ عَلَى الْقَبْرِ وَوَطْؤُهُ، وَحِينَءِذٍفَمَا يَصْنَعُهُ النَّاسُ مِمَّنْ دُفِنَتْ أَقَارِبُهُ ثُمَّ دُفِنَ حَوَالَيْهِمْ خَلْقٌ مِنْ وَطْءِ تِلْكَ الْقُبُورِ إلَى أَنْ يَصِلَ إلَى قَبْرِ قَرِيبِهِ مَكْرُوهٌ[67]

---

[64] (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی زيارة القبور، ص620، دار الكتب العلمية، بيروت)

[65] (الحديقة الندية بحواله شرح الدرر، الصنف الثامن فی آفات الرجل، 505/2، مكتبه رضويه فيصل آباد)

[66] (طريقه محمديه، الصنف الثامن فی آفات الرجل، 259/2، مطبع ہندو پريس دہلی)

[67] (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل في الدفن، 140/2، دار الفكر)

(فتح القدیر لکمال بن الھمام، کتاب الصلاۃ، فصل فی الدفن، جلد3، صفحہ431)

چنانچہ فتح میں کہاقبرپر بیٹھنا اور اس کوروندنا مکروہ ہے تووہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان قبروں کو روندنا اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لئے مکروہ ہے۔

حکایت: امام محدث حافظ الحدیث ابو بکر بن ابی الدنیا حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی،

أقبلت من الشام إلی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلیت رکعتین باللیل ثم وضعت رأسی علی قبر فنمت ثم إنتبھت فإذا بصاحب القبر یشتکی و یقول لقد آذیتنی منذ اللیلۃ الخ [68]

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اُترا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ (یکایک) سنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تونے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

حکایت: ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عثمان نہدی سے وہ مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعات پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا صاحب قبر کہتا ہے، قم فقد اٰذیتنی [69] یعنی اُٹھ کہ تونے مجھے ایذا دی۔

حکایت: امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سیدی ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے۔ کوئی شخص اپنے بھینس لئے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا۔ معلوم ہوا یہاں قبر ہے قبر سے آواز آئی اے شخص! تونے مجھے تکلیف دی تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔

خلاصہ عبارت: بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا جب حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں۔ سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں دور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانور کو کھلانا جائز فرمایا مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ و مردہ کی عزت برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل کس قدر بے ادبی و گستاخی

---

[68] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ص 297، دار المعرفۃ لبنان)

[69] (دلائل النبوۃ للبیھقی، کتاب جماع ابواب غزوہ تبوک، باب جماع ابواب من رأی فی منامہ شیئا من آثار نبوۃ محمد، 76/8، حدیث:2964)

وباعث گناہ اوراستحقاق (حقدار) عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہو گا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا۔

سنی مبارک باد: علماء فرماتے ہیں کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے "ما صرح به العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ فی التیسیر شرح الجامع الصغیر" جیساکہ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیسیر شرح جامع صغیر میں تصریح کی۔

اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورت ان میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک وطیب ہوگئے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اَلْمَوْتُ كَفَّارَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ [70] یعنی موت کفارہ گناہ ہے ہر سُنی مسلمان کے لئے۔

"اخرجه ابو نعیم والبیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی الله تعالیٰ عنه وقال السیوطی صححه ابن العربی"

یعنی اسے ابو نعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیااور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن عربی نے اس کی تصحیح کی۔

فائدہ: ہم نے مسلمان کے ساتھ سنی کی قید اس لئے لگائی ہے کہ مسلمان درحقیقت ہے بھی سنی کیونکہ دوسرے فرقے مرتد ہوچکے ہیں خواہ وہ خود کو ہزار بار مسلمان کہیں تو وہ ہرگز مسلمان نہیں کیونکہ مرتد مسلمان کیسا؟امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ ٗنے فرمایا کہ محاورہ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہل سنت کو کہتے ہیں کہ زمانۂ نزول قرآنِ عظیم و ارشاد احادیث کریمہ میں صرف اہل حق اہل سنت وجماعت ہی تھے۔اس زمانہ میں اس برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع (بدعتی) کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شبہ وتاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرماتھے۔اگر شبہ گزرتا تو حضور کشف فرماتے شبہ والا مانتا تو سنی ہوتا نہ مانتا تو کافر ہوجاتا یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہٰذا آیت کریمہ:

---

[70] (شعب الایمان البیهقی.فصل فی ذکر ما فی الأوجاع و الأمراض و المصیبات من الکفارات، 171/7، رقم الحدیث:9420، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض بالتعاون مع الدار السلفیة ببومبای بالهند)

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ترجمہ اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے (پارہ5،سورۃالنساء،آیت115)

سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین (بدعتی) کااتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد اُمتِ اجابت ہیں۔مبتدعین اُمتِ اجابت نہیں اُمت دعوت ہیں (دیکھوتوضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ)

یہ فائدہ نفیسہ یادرکھنے کاہے کہ"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ"وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہل سنت ہی مراد ہیں انہیں کے باہم اتفاق واتحاد کا حکم ہے۔صلحکلیوں (یہ لفظ فقیر اُویسی غفرلہ کا اضافہ ہے ورنہ اصل میں ندوہ لکھا تھا اب ندوہ کی مسند پر صلح کلی براجمان ہے) سے اللہ تعالیٰ کی تعیم اور تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد و داد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم وتعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی اور ضلالت ہے۔العیاذ باللہ تعالیٰ

انبیاء عظام و اولیاء کرام: گذشتہ اوراق عوام کے متعلق تھے اب انبیاء واولیاء کی قبور (برزخی) زندگی ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ انبیاء عظام واولیاء کرام ابدانِ شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے۔اسی طرح شہداء و اولیاء علیہم الرحمۃ کے ابدان و کفن بھی قبور میں صحیح سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیتے جاتے ہیں۔

حضرت علامہ سبکی علیہ الرحمۃ شفاء السقام میں لکھتے ہیں،

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا[71]

شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے۔ زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جوان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلی ٰ ہے اس لئے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں۔

اولیاء اللہ گفتہ اندارواجنا اجسادنایعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے کنند وگاہے اجساد ازغایت لطافت برنگ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسول خدا راسایہ نبود (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہار ا درقبرخاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می باند، ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواحِ مومنین ہر

[71] (شفاء السقام.الفصل الرابع.الباب التاسع.ص206.مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

جاکہ خواہند سیر کنند،مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالیٰ اجسادِ ایشاں راقوتِ ارواح مے دہد کہ دوقبور نماز میخوانند (ا دا کنند) وذکر می کنند وقرآن کریم مے خوانند [72]

یعنی اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سَیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں،

اولیاء خدائے تعالیٰ نقل کردہ شدندازیں دارفانی بداربقا وزندہ اند نزد پرودگار خود ومرزوق اندوخوشحال اندومردم را ارزاں شعورنیست۔ [73]

اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دار فانی سے داربقا کی طرف کوچ کرگئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتاہے۔وہ خوش حال ہیں اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

فلا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل أولیاء الله لا یموتون ولکن ینتقلون من دار إلی دار [74]

اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات ومات) میں اصلاً فرق نہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

علامہ جلا الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

باب ششم:(حکایات)

---

[72] (تذکرۃ الموتی والقبور اردو، ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ، ص75، نوری کتب خانہ مسجد اسلام گنج لاہور)

[73] (اشعة اللمعات، کتاب الجهاد، باب حکم الاسراء، 402/3، مطبع تیج کمار لکھنؤ)

[74] (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الجمعة، 1020/3، دار الفکر)

امام عارف باللہ استادابوالقاسم قشیری قدہ سرہ اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرو سے راوی ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایاجب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ مسکرایا اور کہا،

يا أبا سعيد أما علمت أن الأحباء أحياء وإن ماتوا وإنما ينقلون من دار إلى دار [75]

یعنی اے ابو سعید! کیاتم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں اگر چہ مرجائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

وہی عالی جناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہ سے راوی ہیں میں نے ایک فقیر کو قبر میں اُتاراجب کفن کھولا اُن کا سرخاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: يا أبا علي لا تذللني بين يدي من يدللني

یعنی اے ابو علی!تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھا تا ہے۔

میں عرض کی اے سردار میرے!کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا: بل أنا حي وكل محب لله حي لأنصرنك بجاهي غدا [76]

یعنی میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔ بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔

وہی جناب مستطاب حضرات ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راوی"میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا مجھ کو سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداکی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی داہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہاجان پدر!تو سچا ہے مجھ سے غلطی ہوئی۔ [77]

وہی امام حضرت ابو یعقو ب سوسی نہر جوری قدس سرہ سے راوی میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لئے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑلیا۔میں نے کہاجان پدر!میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑدے۔ [78]

---

[75] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ص205،دار المعرفة لبنان)

[76] حوالہ مذکورہ

[77] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ص206،دار المعرفة لبنان)

[78] حوالہ مذکورہ

جناب ِ ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہاپیر مرشد!میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا حضرت ایک اشرفی لیں آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مریدمذکور نے آکر طواف کیاپھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی میں نے قبر میں اتارا آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہاکیا موت کے بعدزندگی؟ کہا"اَنَا حَیٌ وکُلُّ مُحِبِّ اللّٰہِ حَیٌ"[79] یعنی میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔

مزید تفصیل و حکایات فقیر کی کتاب"حیاتِ اہل اموات"میں ہے۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے: بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔

احادیث مبارکہ: حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھافرمایا: یا صاحب القبر إنزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک [80]

اورقبر والے!قبر سے اتر آنہ تو صاحب قبر کوایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کامسئلہ پوچھا فرمایا:

کما أکرہ أذی المؤمن فی حیاتہ فإنی أکرہ أذاہ بعد موتہ [81]

مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یوں ہی مردہ کی

امام احمدعلیہ الرحمۃ بسندِ حسن حضرت عمر بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا:لَا تُؤْذِ صَاحِبَ ہٰذَا الْقَبْرِ یعنی اس قبروالے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا:لَا تُؤْذِہٖ[82]یعنی اسے تکلیف نہ پہنچا۔

---

[79] حوالہ مذکورہ

[80] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ص292،دار المعرفۃ لبنان)

[81] حوالہ مذکورہ

[82] (مسند احمد بن حنبل،مسند الأنصار رضي الله عنهم ، مسند عمارة بن حزم الأنصاري،223/5، رقم الحديث:27918،دار إحياء التراث العربي)

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کرلیا ہے۔

حکایت: امام محدث حافظ الحدیث ابو بکر بن ابی الدنیا حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی ہیں کہ

أقبلت من الشام إلى البصرة فنزلت الخندق فتطهرت وصليت ركعتين بالليل ثم وضعت رأسي على قبر فنمت ثم إنتبهت فإذا بصاحب القبر يشتكي ويقول لقد آذيتني منذ الليلة الخ [83]

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اُترا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تونے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

حکایت: ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃمیں حضرت عثمان نہدی سے وہ مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعات پڑھ کر لیٹ رہا۔خدا کی قسم!میں خوب جاگ رہاتھا کہ سنا صاحب ِ قبر کہتا ہے۔

قم فقد اٰذیتنی [84] یعنی اُٹھ کہ تونے مجھے ایذا دی۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھاجاگتے میں سنا،

الیک عنّی یا رجل لا تؤذینی [85] یعنی اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

عبارت فقہاء کرام)علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں،

أخبرني شيخي العلامة محمد بن أحمد الحموي الحنفي رحمه الله بأنهم يتأذون بخفق النعال اه [86]

(مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في حملها ودفنها، صفحه 233)

اس لئے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبردی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہ مُردے جوتیوں کی آواز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قبر پر رہنے کو مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنایا سونا یا اس پر یا اس کے نزدیک بَول وبراز کرنا یہ سب اموراشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔

---

[83] (شرح الصدوربشرح حال الموتى والقبور، ص297، دار المعرفة لبنان)

[84] (دلائل النبوة للبيهقي، كتاب جماع ابواب غزوه تبوك، باب جماع ابواب من رأى في منامه شيئا من آثار نبوة محمد، 76/8، رقم الحديث:2964)

[85] (شرح الصدوربشرح حال الموتى والقبور، ص293، دار المعرفة لبنان)

[86] (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، فصل: في زيارة القبور، بالنعال، ص314، مكتبة المدينة كراتشي باكستان)

فتاوی عالمگیری میں ہے،

وَيُكْرَهُ أَنْ يُبْنَى على الْقَبْرِ أو يُقْعَدَ أو يُنَامَ عليه أو يُوطَأَ عليه أو تُقْضَى حَاجَةُ الْإِنْسَانِ من بَوْلٍ أو غَائِطٍ [87]

یعنی قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول وبراز کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں، لِأَنَّ الْمَيِّتَ يَتَأَذَّى بِمَا يَتَأَذَّى بِهِ الْحَيُّ [88]

یعنی اس لئے کہ جس سے زندو ں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے امّ المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الميت يؤذيه فى قبره ما يؤذيه فى بيته [89]

یعنی میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أَذَى الْمُؤْمِنِ فِي مَوْتِهِ كَأَذَاهُ فِي حَيَاتِهِ [90]

مسلمان کو بعد موت تکلیف دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کو مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں جس سے یقینا اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے۔جو ہر گز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

سوال: شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں:وَلَوْ بَلِيَ الْمَيِّتُ وَصَارَ تُرَابًا جَازَ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ وَزَرْعُهُ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ [91]

اگر میّت پرانی ہوجائے اور مٹی میں مل جائے تودوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے۔

جواب1: یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں ہے۔

---

[87] (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الفصل السادس فى القبر والدفن والنقل مكان الى آخر، 2271/، دار الفكر، بيروت)

[88] (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، 556/1، دار عالم الكتب، الرياض)

[89] (مسند الفردوس بمأثور الخطاب، 199/1، رقم الحديث:754، دار الكتب العلمية، بيروت)

[90] (مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الجنائز، باب ما قالوا سب الموتي، وما كره من ذلك، 600/4، الحديث:12105، مكتبة الرشد)

[91] (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب كيفية صلاة الجنازة، 589/1، دار الكتب العلمية، بيروت)

جواب2: علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کردیا ہے دوسری روایتِ معارضہ سے پس قابلِ تعمیل نہیں۔

قَالَ فِي الْإِمْدَادِ وَيُخَالِفُهُ مَا فِي التَّتَارْخَانِيَّة إذَا صَارَ الْمَيِّتُ تُرَابًا فِي الْقَبْرِ يُكْرَهُ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ بَاقِيَةٌ[92]

امداد الفتاح میں فرمایا اور تاتارخانیہ میں اس کے برعکس ہے یعنی جب قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحرمت کے خلاف ہے کہ اس میّت کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے۔

اور مزید ہے اس کی وجوہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھی ہے،

معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامۃ الحرمۃ وبالاستھانۃ فتاذی بذلک[93]

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیالہٰذا ایذاپاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں،

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش میدارد وراضی نیست بتکیہ کردن برقبر وے ازجہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوے[94]

اس سے مراد غالباً یہ ہے کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبورکی اہانت ہوتی اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے تواس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ ان کی توہین ہوگی۔

جواب3: تمہیں کیسے معلوم ہو اکہ میّت بالکل مٹی ہوگئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں گئی ہے او رنہ میّت کے مٹی ہو نے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہوجاتی ہیں، بلکہ تجربے سے بارہا مشاہدہ ہواہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ

---

[92] (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، فصل: مطلب فی دفن المیت، 138/3، دار عالم الکتب، الریاض)

[93] (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، النصف الثامن الخ، 505/2 مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

[94] (اشعۃ اللمعات، باب الدفن، فصل الثالث، 699/1، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

کھودی جائے تواس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں۔ کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امرکا کسی مبہم روایت کی بناپر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔

اولیاء کرام کے اجسادِ طاہرہ: اجسادِ طاہرہ اولیاء کرام کا اپنی قبور میں صحیح وسالم موجود ہونا بارہا کا مشاہدہ ہے یہاں تک کہ خود نجدیوں وہابیوں نے مشاہدہ کیا۔ کراچی 20 فروری (ج ک) ءیہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم مبارک جن کو دفن کئے تقریباً چود ہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا ہے۔ علاوہ ازیں صحابی رسول حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجساد مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفنادیا گیا ہے جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت ہی تروتازہ اصلی حالت میں تھے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور،21 جنوری،1979ء)

انتباہ: ایسے قوی مشاہدہ کے باوجود نجدی وہابی کی تاحال آنکھ نہیں کھلی بلکہ سچ پوچھو تو اس واقعہ کے بعد پہلے سے بھی زیادہ اندھے ہوگئے ہیں حجاز اقدس جانے والے نجدیوں کے حالاتِ بیگانگی سے بے خبر نہیں اور یہ کہنا کہ انہیں یعنی حضرت عبداللہ اور سات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفنا دیاگیا ہے یہ بھی محض ڈھونگ ہے کیونکہ جنت البقیع میں پہلے سے قابل قدر شخصیات کی عزت واحترام کا حال زبوں ہے اور اب کے جانے والوں کو وہ کیا جانیں یقین نہ آئے تو بقیع جاکر آنکھوں سے خود دیکھ لیں اور پھر ہمیں آگاہ فرمائیں کہ یہ محترم ومکرم شخصیات کہاں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبوبانِ خدا یعنی اولیاء کرام کے اجسامِ مبارکہ قبور میں صحیح سالم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان میں شک کرنے والوں کا شک بھی مٹ جانا چاہیے کہ (معاذاللہ) اگر وہ کافر ہوتے تو انہیں مٹی کھا جاتی لیکن ان کا جسم اطہر چودہ سو سال کے بعد صحیح سالم ہونا بتاتاہے کہ آپ نہ صرف مومن بلکہ اللہ کے ولی تھے۔مزید تحقیق فقیر کی کتاب "ابوین مصطفی" میں پڑھیں۔

اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ بے شما ر واقعات مشاہدہ میں آئے اور انشاء اللہ تاقیامت مشاہدہ میں آتے رہیں گے لیکن نہ ماننے والوں کا بھی کیا کمال ہے کہ مشاہدہ کے باوجود انکار ہی انکار۔

ابوالحسین کا واقعہ: حضرت عبدالرحمن جامی کی کتاب نفحات الانس میں ہے کہ

" ابوالحسین بن سمعون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تین سو چھیاسی میں انتقال ہوا اور وہ بغداد میں اپنے گھر دفن کئے گئے۔ تیس سال کے بعد جب ان کو قبر سے نکال کر عام قبروں میں دفن کیا گیا تو ان کا کفن ویسے ہی تازہ تھا"۔

خواجہ ابویعقوب یوسف ہمدانی جو امام عارف، عالم ربانی اور صاحب مقامات ہیں ۵۳۵ کو مرو کو جاتے ہوئے راہ میں فوت ہوگئے اور اس وقت وہاں ہی دفن کئے گئے کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے نکال کر مرو میں لائے گئے چنانچہ مرو میں ان کی قبر مشہور ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

شیخ مجدد الدین بغداد ی قدس سرہ 707 ہجری میں شہید ہوئے اور جہاں شہید ہوئے وہاں ہی دفن کئے گئے چونکہ آپ کی خاتون نیشاپور سے تھی وہ کچھ عرصہ کے بعد آکر ان کو نیشاپور میں لے گئی پھر 833 میں وہاں سے اسفرائن میں لے جاکر مدفون کئے گئے۔

باب: جملہ اہل اسلام کا یہی مذہب تھا اور ہے صرف محمد بن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ کی تقلید میں قبور اور اہل قبور کا دشمن ہے کہ توہین واہانت مزارات و قبورِ انبیاء واولیاء کا منہدم ونابودتابمقدود کرنا اس کا شعار ہے یہاں تک کہ بدبخت شیخ نجدی نے روضہ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ علامہ احمد بن علی بصری کتاب"فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب"میں فرماتے ہیں،

منھا انہ صح انہ یقول لواقدر علی حجرۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لھدمتھا

(فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب)

ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وہ کہتاہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ دوں۔

اب اس کے چیلے وہابی دیوبندی یہی عزم رکھتے ہیں چند حوالے ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

ہاں شیخ نجدی نے شہداء وصحابہ کرام کے مزار توڑے۔چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں،

اقول تھدیم قبور شھداء الصحابۃ المذکورین لاجل البناء علیٰ قبورھم ضلالۃ ای ضلا لتہ انتھی مختصر

(فصل الخطاب فی ردّ ضلا لات ابن عبدالوہاب)

یعنی نجدی کا شہداء،صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو قبوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے ۔اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں،

قال بعضهم و لو كان المبنى عليه مشهورا بالعلم والصلاح اوكان صحابيا وكان المبنى عليه قبّة وكان البناء علىٰ قدر قبره فقط ينبغي ان لا يهدم لحرمة نبشه وان اندرس اذا علمت هذا فهذ البناء علىٰ قبور هٰؤلاء الشهداء من الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم لا يخلو اما ان يكون واجباً اوجائزاً بغير كراهة وعلىٰ كل فلا يقدم على الهدم الاّ رجل مبتدى ضال لاستلزامه انتهاك حرمة اصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الواجب علىٰ كل مسلمٍ محبتهم ومن محبتهم وجوب توقيرهم واى توقير هم عند من هدم قبور هم حتى بدت ابدانهم واكفانهم كما ذكر بعض علماء نجد فى سوال ارسله الى انتهى مختصرا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ صاحب قبّہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبّہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہیے کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیونہ مٹ جائے مگراس کا کھولنا جائز نہیں اب آپ معلوم ہونا چاہیے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلاکراہت جائز اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں اور یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے حرمتی ہوتی ہے حالانکہ ان کی تعلیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے۔اب وہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پاسکتے ہیں جنہوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہوگئے جیسا کہ بعض علماء نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا اھ مختصراً۔

فائدہ: ان نجدیوں کا انبیاء واولیاء کے قبور کو توڑنا اور منہدم کرنا شعار (طریقہ) ہوگیا ہے تو باعث اس کا یہ ہے کہ وہابیہ کے نزدیک انبیاء واولیاء مر کر مٹی ہوگئے ہیں۔ (معاذ اللّٰہ)

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس وبے شعور ہوجاتے ہیں اور مرکر معاذاللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔

ملا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان میں حضور اقدس سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلیٰ میں بکتا ہے کہ

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے ولا ہوں"۔ [95]

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے: نجدی نے جب قبورِ شہداء ڈھائے تو شہداء اور صحابہ کرام کو دیکھا گیا کہ ان کے اجسامِ متبرکہ ویسے موجود تھے گویا انہیں ابھی دفن کیا گیا حالانکہ نجدی کے اس فعل شنیع سے پہلے انہیں بارہ سو سال گزرے لیکن بدبخت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی میں مٹی ہوگئے۔ (معاذ اللّٰہ)

اسی لئے آج تک اس کوشش میں ہیں کہ روضۂ اقدس کو گرا دیا جائے یہی وجہ ہے کہ کسی نہ کسی وقت اس کے متعلق اس کا اظہار کر بھی دیتے ہیں چنانچہ کئی بار یہ پروگرام بنایا لیکن جب عالم اسلام سے لعنت اور پھٹکار اور مختلف طریق سے دھمکیاں اور قراردادیں سنتے ہیں تو اپنی حرمت سے باز آجاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گندے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دے۔ (آمین)

باب ہفتم: سوالاً جواباً

سوالات: مخالفین نے سرسری طور پر اعتراضات کھڑے کئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تو الٹا قبور کو اہمیت بخشی ہے مثلاً فرمان ہے "قبریں بناؤ، زیارت کرو، قبروں کے ساتھ تکیہ نہ لگاؤ، اہل قبور کو ایذا نہ دو، قبور کا ادب کرو، قبور کو سجدہ گاہ نہ بناؤ، قبر پر نہ بیٹھو وغیرہ جس کی اوپر تفصیل گزری ہے۔ اس کے باوجود پھر بھی وہابیوں نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مطابق مندرجہ ذیل روایات قبہ جات کے انکار میں پیش کی ہیں۔

حدیث1: لَعَنَ اللّٰهُ اليَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ [96]

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاری پر لعنت فرمائی جنہوں نے انبیاء کی قبروں کی مسجد بنایا۔

حدیث2: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ [97]

---

[95] (تقوية الايمان، ص42، مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

[96] (صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب مايكره من اتخاذ المساجد على القبور، 447/1، رقم الحديث:1265، دار ابن كثير)
(صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهى عن بناء المساجد على القبور و اتخاذ الصور فيها، 376/1، رقم الحديث:823(529)، دار إحياء الكتب العربية)
(مسند احمد بن حنبل، باقي مسند المكثرين، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، 366/2، رقم الحديث: 8570، دار إحياء التراث العربي)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔

حدیث3: عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ [98]

ابوہیاج اسدی سے روایت ہے کہ مجھے علی المرتضیٰ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑ اور کسی قبر کو بے برابر کئے۔

حدیث4: حَدَّثَنِي جُنْدَبٌ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ [99]

جندب سے مروی ہے کہ کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے خبر دار جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء وصالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے خبر دار تم قبروں کو مسجد نہ بنانا میں تم کو اس سے منع فرماتا ہوں۔

حدیث5: عن عائشة، أن أم حبيبة وأم سلمة ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة فيها تصاوير، فذكرتا ذلك للنبي فقال إن أولئك إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدا، وصوروا فيه تلك الصور، وأولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة [100]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں تصویریں تھیں تو حضور سے یہ ذکر کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کنیسہ کی حالت یہ تھی کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں تصویریں بناتے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزِ قیامت بدترین خلق ہیں۔

---

[97] (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ النساء القبور، 218/3، رقم الحدیث:3236، المکتبۃ العصریۃ)

(سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ أن یتخذ علی القبر مسجدا، 136/2، رقم الحدیث:320، دار الکتب العلمیۃ)

(سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور، 95/4، رقم الحدیث:2043 مکتب المطبوعات الإسلامیۃ)

[98] (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر، 667/2، رقم الحدیث:969، دار إحیاء الکتب العربیۃ)

[99] (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھي عن بناء المساجد علی القبور واتخاذ الصور فیھا، 378/1، رقم الحدیث:827(532)، دار إحیاء الکتب العربیۃ)

[100] (صحیح البخاري، کتاب مناقب الأنصار، باب ھجرۃ الحبشۃ، 1406/3، رقم الحدیث:3660، دار ابن کثیر)

حدیث6: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِی وَثَنًا يُعْبَدُ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ [101]

الٰہی میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجا جائے اللہ کا غضب اس قوم پر بہت ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کی مسجد بنایا۔

حدیث7: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُورُ وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا وَأَنْ تُوطَأَ [102]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبروں پر گچ کیا جائے اور ان پر کتابت کی جائے اور وہ پامال کی جائیں۔

اجمالی جوابات: جن روایات واحادیث کو وہابی دیوبندی نے قبہ جات بر مزارات کے عدم جواز پر پیش کیا ہے انہیں قبہ جات سے دور کا واسطہ بھی نہیں چہ جائیکہ انہیں اس موضوع پر استدلال کیا جائے لیکن چونکہ ان لوگوں کو نجدی کے ریال و ڈالر کا حق ادا کرنا ہے اسی لئے کچھ نہ کچھ کہہ دیا ہے ورنہ حدیث ۱،۲،۳،۴،۵،۶ میں یہود ونصاریٰ پر انبیاء وصلحاء کی قبروں کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے۔ حدیث نمبر۷ میں قبروں کو پختہ کرنے کی نہی ہے اس میں کس کو انکار ہے اور قبوں کو گرانے کا حکم کہاں ہے اور ان احادیث کو بزرگانِ دین اور صلحاء وانبیاء کے قبہ ہائے مزار سے کیا تعلق ہے اتنا تو محض ترجمہ سے سمجھا جاسکتاہے کہ یہود ونصاری پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنالینے پر جو لعنت فرمائی گئی اس کا سبب کیا ہے لیکن انہوں نے سبب کو کیا دیکھنا ہے انہوں نے"سجدہ گاہ نہ بناؤ" پڑھ کر شور مچادیا کہ سنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں فلہذا سنی لعنتی ہیں۔ (معاذاللّٰہ)

دراصل حدیث میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں ان کی تصویریں بناتے وہ اللہ کے نزدیک روزِ قیامت بدترین خلق ہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ان کا قبور انبیاء پر مسجد بنایا ان قبور یا تصویر کی عبادت کے لئے تھا اور یہ بے شک مستحق لعنت ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن وہابی نجدی کیا سمجھے۔ ایسے ہی حدیث میں ہے کہ یارب میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجا جائے اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبور کو مساجد بنایا۔ اس حدیث نے بتادیا کہ قبروں کو مسجد

---

[101] (موطامالک، کتاب قصر الصلاة في السفر، باب جامع الصلاة، 140/1، رقم الحديث:416، دار إحياء العلوم العربية)

(مصنف ابن ابي شيبة، كتاب الجنائز، باب من كره زيارة القبور، 566/4، رقم الحديث:11930، مكتبة الرشد)

(مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث، 150/1، رقم الحديث: 750، دار ارقم)

[102] (سنن الترمذی، كتاب الجنائز عن رسول الله، باب ما جاء في كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها، 369/3، رقم الحديث:1052، دار الكتب العلمية)

بنانے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے یاکم از کم انہیں قبلہ بناکر ان کی طرف نماز پڑھی جائے جیساکہ ابو مرثد غنوی کی حدیث میں ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا[103]

قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو نہ ان پر بیٹھو۔

اس سے بھی خاص قبر کے اوپر نماز ممنوع ہوئی کہ اس میں "جلوس علی القبر" ہوگا۔ اسی وجہ سے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاری پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی امت کو باز رکھنے پر تنبیہ فرمائی یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت کو شرک جانتا ہے (معاذاللہ) کون مومن ہوگا کہ قبر کو معبود بنائے۔ مسلمان پر یہ افتراء ہے جیسے ان کی عادت ہے۔

بناء علی القبور کی تحقیق: جن احادیث میں بناء کی ممانعت ہے ان سے بھی یہی بناء مراد ہے یہ حدیث ان کی بہترین شرح ہے۔ خلاصہ یہ کہ احادیث مذکورہ بالا سے قبہ کی حرمت تو کیا ثابت ہوتی جس کا ذکر تک ان میں نہیں ہے اور مسجد کی حرمت بھی ثابت نہیں ہوتی جو قبر کے قریب عبادتِ الٰہی کے لئے بنالی گئی ہو۔ ائمہ محدثین نے ان احادیث کا یہی مطلب سمجھا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں

شیخ العصر، قاضی القضاہ، علامہ ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں،

قال البيضاوي لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور الأنبياء تعظيما لشأنهم ويجعلونها قبلة يتوجهون في الصلاة نحوها واتخذوها أوثانا لعنهم ومنع المسلمين عن مثل ذلك فأما من أتخذ مسجدا في جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظيم له ولا التوجه نحوه فلا يدخل في ذلك الوعيد[104]

بیضاوی نے کہا جب کہ یہود ونصاری انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرتے تھے اور ان قبور کو قبلہ بناکر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے اور انہیں بت بنا کر پوجتے تھے تو اللہ ورسول نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا

---

[103] (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، 668/2، الحديث: 972، دار إحياء الكتب العربية)
(شرح معاني الآثار، كتاب الجنائز، باب الجلوس على القبور، 515/1، رقم الحديث: 2940، مكتبة العبيكان)

[104] (فتح الباري لابن حجر، كتاب الصلاة، أبواب استقبال القبلة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، جلد 1، صفحه 623، دار الريان للتراث)

کرنے سے منع فرمایا لیکن جس شخص نے کسی صالح کے مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنائی اور بانیت تعظیم نماز اس کی طرف نہ پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

فوجه التعليل إن الوعيد على ذلک يتناول من أتخذ قبورهم مساجد تعظيما ومغالاة كما صنع أهل الجاهلية وجرهم ذلک إلى عبادتهم ويتناول من أتخذ أمكنة قبورهم مساجد بان تنبش وترمى عظامهم فهذا يختص بالأنبياء ويلتحق بهم أتباعهم وأما الكفرة فإنه لا حرج فى نبش قبورهم إذ لا حرج فى إهانتهم [105]

وجہ تعلیل یہ ہے کہ یہ وعید ان لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے انبیاء وصالحین کی قبروں کو تعظیماً مسجد بنایا جیسا کہ اہل جاہلیت کا عمل تھا جس میں بڑھتے بڑھتے وہ ان کی عبادتِ الٰہی کرنے لگے اور یہ وعید ان کو بھی شامل ہے جو صالحین کی قبریں اکھاڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ ممانعت انبیاء اور ان کے متبعین کے ساتھ خاص ہے۔کفار کی قبریں کھودنے میں حرج نہیں کیونکہ ان کی اہانت میں حرج نہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب تبرک کی نیت سے مسجد بنانا جائز ہے اور حدیث میں اس کی مخالفت نہیں اس سے قبوں کا جواز مستفاد ہوتاہے کیونکہ مخالفین کے نزدیک مسجد وقبہ کا ایک حکم ہے چنانچہ انہوں نے مسجد کے عدم جواز سے قبوں کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے تو ضرور مسجد کا جواز قبول کے جواز کی دلیل ہوا۔

مزید ہے کہ ومايكره من الصلاة فى القبور يتناول ما إذا وقعت الصلاة على القبر أو إلى القبر أو بين القبرين وفى ذلک حديث رواه مسلم من طريق أبي مرثد الغنوى مرفوعا لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها أو عليها قلت وليس هو على شرط البخارى فأشار إليه فى الترجمة وأورد معه اثر عمر الدال على أن النهى عن ذلک لا يقتضى فساد الصلاة [106]

قبروں میں نماز کی کراہت جب ہے جب نماز قبر کے اوپر یا قبر کی طرف یا دو قبروں کے درمیان واقع ہواور اس مسئلہ میں ابو مرثد غنوی کی روایت امام مسلم نے روایت کی کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو ان کی طرف یا ان کے اوپر نماز نہ پڑھو۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخدی کی شرط پر نہیں اس لئے ترجمہ میں اس کی طرف

---

[105] حواله مذكوره

[106] (فتح الباری لابن حجر، كتاب الصلاة، أبواب استقبال القبلة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، 623/1، دار الريان للتراث)

اشارہ کیا اور اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ نہی نماز کے فساد کی مقتضی نہیں۔

امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرمایا اور ایسا ہی حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

مراد ازاتخاذقبور مساجدسجدہ کردن بجانب قبور است وایں بردوطریق متصور است یکے آنکہ سجدہ بقبور برندومقصود عبادت آں دارند چنانکہ بت پرستان بت می پرستندودوم آں کہ مقصود ومنظور عبادت مولیٰ تعالیٰ دارند ولیکن اعتقاد برند کہ توجہ بقبورایشاں درنماز وعبادت حق موجب قرب ورضا ئے وے تعالیٰ است ومقع وے عظیم تراست نزد حق از جہت اشتمال وے برعبادت ومبالغہ در تعظیم انبیاء اوواین ہر دوطریق نامرضی ونامشروع است اول خود شرک جلی وکفر است وثانی نیر حرام است از جہت آنکہ دروے نیز اشراک بخدااست اگرچہ خفی است وہردوطریق لعن متوجہ ابتادنماز کذاردن بجانب قبر نبی یا مرد صالح تبرک وتعظیم حرام است وہیچکس رادراں خلاف نیست اما اکر درقرب قبرایشاں مسجدی بنا کنند یا نمازی بکنند بے توجہ بجانب آں تا ببرکت مجاورت موضع کہ مدفن جسد مطہر ایثاب وبامداد نورانیست از روحانیت ایشاں عبادت کمالی وقبولی یا بددرینجا محذورے لازم نمی آیدوباکی نیست۔ [107]

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجدومواضع الصلوٰۃ، جلد1، صفحہ170)

قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں کی طرف سجدہ کرنا مراد ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خاص قبروں کو سجدہ کیا جائے اور ان کی عبادت مقصود ہو جیسے بت پرست کرتے ہیں دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادتِ الٰہی ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز عبادت میں ان قبور کی طرف منہ کرنا قرب و رضائے الٰہی کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور انبیاء کی غایت تعظیم پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں پہلا شرکِ جلی اور کفر خالص ہے اور دوسرا شرک خفی پر مشتمل ہے اور ان میں ہر تقدیر پر لعن متوجہ ہے اور انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف تعظیم وتبرک کے ارادہ کے نماز پڑھنا حرام ہے اور علماء میں سے اس میں کوئی خلاف نہیں ہے لیکن اگر ان کی قبر کے نزدیک نماز کے لئے کوئی مسجد بنائے بغیر اس کے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف منہ کریں اس لئے کہ وہ جگہ جو ان کے

---

[107] (اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجدومواضع الصلوٰۃ، 170/1)

جسد مطہر کا مدفن ہے اس کی برکت سے اور ان کی روحانیت و نصرت کی امداد سے ہماری عبادت کامل مقبول ہو تو اس میں کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں۔

ان عبارات سے وہابیوں دیوبندیوں نے جو مطلب احادیث سے نکالنا چاہا وہ صحیح نہیں اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں پہنچتا۔ درمختار میں ہے، وَلَا يُجَصَّصُ لِلنَّهْيِ عَنْهُ(وَلَا يُطَيَّنُ، وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَقِيلَ لَا بَأْسَ بِهِ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ)كَمَا فِي

كَرَاهَةِ السِّرَاجِيَّةِ[108]

حدیث علی کی تحقیق: حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو تصویر پاؤں محو کردوں اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کردوں۔اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل وہابیوں پر لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ وہ قبور مسلمان کی تھیں۔دوم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے آیا بالکل زمین سے ہموار کردینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سنت متواتر سے معارض ہے۔ تیسرے یہ کہ تصاویر کا ذکر قبروں کے ساتھ کیامناسبت رکھتا ہے جب ان امور کو صاف کرلیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی اب میں بالاختصار عرض کروں یہ بات تو ہر مومن کے لئے یقینی ہے کہ زمانۂ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم واجازت سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف ہرصحابی کے دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے تو جس قدر قبور زمانۂ اقدس میں بنیں صحابہ نے بنائیں حضور کی موجودگی میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام بے دریافت کیسے کب کرتے تھے وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اونچی بن گئی تھیں او ر ان کے مٹانے کا حکم دیا یہ بات بالکل عقل سے بعید ہے البتہ کفار کی قبریں بہت اونچی بنائی جاتی تھیں جیساکہ اب بھی نصاری کی قبریں ڈھانا جائز ہے مسلمانوں کی قبریں ڈھانا توہین ہے۔ بخاری شریف میں ہے،

فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ[109]

یعنی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے لئے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئیں۔

---

[108] (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، 144/3، دار عالم الکتب، الریاض)

[109] (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ ویتخذ مکانہا مساجد، 1431/3، رقم الحدیث:3717، دار ابن کثیر)

یہ کہاں سے کہا جاتاہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو مسلمانوں کی قبروں کے لئے حکم ہوا تھا یا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتاہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں،

هل تنبش قبور مشركي الجاهلية أي دون غيرها من قبور الأنبياء وأتباعهم لما في ذلك من الإهانة لهم بخلاف المشركين فإنهم لا حرمة لهم [110]

کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑی جائیں یہ جائز ہے عنوانِ بات یہ تھی کہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے بخلاف مشرکین کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں، وفي الحديث جواز التصرف في المقبرة المملوكه بالهبة والبيع وجواز نبش القبور الدارسة إذا لم تكن محترمة [111]

یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ اور بیع سے ملک میں آگیا ہو اس میں تصرف کیا جائے اور پرانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ دی جائیں بشرطیکہ محترم نہ ہوں۔

فائدہ: ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں ان کو ڈھانا، ان میں تصرف کرنا ناجائز اور ان کی اہانت ہے۔ قبریں اکھاڑنے کا حکم مشرکین کی قبروں کے لئے ہے یہ بالاجمال جوابات ہیں۔ تفصیلی جوابات ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ انشاء اللّٰہ

خلاصۂ جوابات: مزارات کے بارے میں جتنی روایات وہابیوں، دیوبندیوں نے اپنے مقصد میں پیش کی ہیں ان میں کسی ایک کو بھی قبہ جات بر مزارات کی نفی میں ذرہ بھر بھی تعلق نہیں یہ وہابیوں دیوبندیوں کی سینہ زوری اور اسلامی تحریف کی بناء پر مطلب نکالا ہے مثلاً حدیث میں ہے قبور کے اوپر اور قبور کو سجدہ گاہ نہ بناؤ بفضلہ تعالیٰ ہم اہل سنت قبور کے اوپر مسجدیں نہیں بناتے اور نہ ہی قبور کو سجدہ گاہ سمجھتے ہیں بلکہ ہم تو قبور کی طرف نماز کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے صرف اسی مسئلہ پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے بنام"الزبدة الزكيه في تحريم سجود

---

[110] (فتح الباری لابن حجر کتاب الصلاۃ ۔ أبواب استقبال القبلة ۔ باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد۔ 623/1، دار الريان للتراث)

[111] (فتح الباری، کتاب الصلاۃ ۔ أبواب استقبال القبلة ۔ باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، 626/1، دار الريان للتراث)

التحیہ"ہاں مزاراتِ اولیاء کے اردگرد مساجد بناتے ہیں جن سے موجود ہ دور کے وہابیوں دیوبندیوں کو انکار نہیں اگرچہ نجدی کے پجاری اب بھی منکر ہیں۔

ایسے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ہمارے خلاف نہیں کیونکہ جن قبور کو گرانے کا حکم ہوا وہ قبور مشرکین کی تھیں جس کے متعلق شروح احادیث سے ہم نے متعدد حوالہ جات لکھ دیئے ہیں اگرچہ دیوبندیوں وہابیوں نے ان شروح کو بھی نہ مانا اور اپنی من مانی مار رہے ہیں تو حق طلبی نہیں بلکہ ہٹ دھرمی ہے جس کافیصلہ انشاء اللہ عنقریب ہوجائے گا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا: دیوبندیوں وہابیوں کو قبہ جات بر مزارات ڈھانے کا اتنا بڑا شوق ہے کہ غلط مضامین پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے چنانچہ ان کا اس موضوع پر آخری وار بھی ملاحظہ ہو۔

سوال: قبہ جات اور قبور و مزارات شجرۂ رضوان سے بڑھ کر مقدس نہیں فلہذا ڈھا دی جائیں توسنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جب کہ آپ نے شجرہ رضوان جن کے پیچھے بیٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی کلہاڑی چلائی اور اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

جواب: شجرہ رضوان میں وہابیوں کو غلط فہمی ہے اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں ڈالتے ہیں۔شجرہ رضوان کی حقیقت حدیث شریف میں ہے:

عن سعید بن المسیب عن أبیه، قال لقد رأیت الشجرة ثم أتیتها بعد عام فلم أعرفها، وروی أن عمر مر بذلک المکان بعد أن ذهبت الشجرة، فقال أین کانت؟ فجعل بعضهم یقول هاهنا وبعضهم یقول هاهنا فلما کثر اختلافهم قال سیروا ذهبت الشجرة [112]

یعنی سید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرہ رضوان کو دیکھا تھا پھر میں ایک سال بعد آیا اس کو نہ پہچانا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس جگہ پر گزرے بعد اس کے شجرہ جاتارہاتھا تو فرمایا کہاں تھا بعض کہنے لگے کہ یہاں اور بعض کہنے لگے کہ یہاں جب ان میں زیادہ اختلاف ہوا تو فرمایا چلو درخت جاتا رہا۔

---

[112] (تفسیر الخازن،سورۃالفتح،الآیۃ16تا18، 159/4، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

اس میں حضرت عمر کا تجسس فرمانا کیا بتاتا ہے علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

بلغ عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی زمان خلافته أن ناساً یصلون عندها فتوعدهم وأمر بها فقطعت خوف ظهور البدعة انتهی وروی الإمام النسفی رحمه الله فی التیسیر إنها عمیت علیهم من قابل فلم یدروا این ذهبت

یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بأنهم لما عمیت علیهم ذهبوا یصلون تحت شجرة علی ظن أنها هی شجرة البیعة فأمر عمر رضی الله عنه بقطعها وفی کشف النور لابن النابلسی: إما قول بعض المغرورین بأننا نخاف علی العوام إذا اعتقد وأولیاً من الأولیاء وعظموا قبره والتمسوا البرکة والمعونة منه أن یدرکهم اعتقاد أن الأولیاء تؤثر فی الوجود مع الله فیکفرون ویشرکون بالله تعالی فننهاهم عن ذلک ونهدم قبور الأولیاء ونرفع البنایات الموضوعة علیها ونزیل الستور عنها ونجعل الإهانة للأولیاء ظاهراً حتی تعلم العوام الجاهلون أن هؤلاء الأولیاء لو کانوا مؤثرین فی الوجود مع الله تعالی لدفعوا عن أنفسهم هذه الإهانة التی نفعلها معهم فاعلم أن هذا الصنیع کفر صراح مأخوذ من قول فرعون علی ما حکاه الله تعالی لنا فی کتابه القدیم وقال فرعون ذرونی أقتل موسی ولیدع ربه إنی أخاف أن یبدل دینکم أو أن یظهر فی الأرض الفساد وکیف یجوز هذا الصنیع من أجل الأمر الموهوم وهو خوف الضلال علی العامة انتهی۔ [113]

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ شجرہ الرضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں آپ نے انہیں دھمکایا اور آپ کے حکم سے وہ درخت کاٹا گیا بخوف ظہورِ بدعت۔ امام نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تیسیر میں روایت کیا کہ اگلے سال وہ درخت گم ہو گیا اور کسی نے نہ جانا کہ کہاں گیا۔

علامہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں موافقت کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اصلی درخت ناپید ہو گیا تو لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگے کہ وہی درخت بیعت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا (یعنی جس کو لوگوں نے غلط طور پر درخت بیعت گمان کیا تھا نہ کہ اصلی درخت کو) ابن نابلسی کی کشف النور میں ہے بعض مغروروں کا یہ کہہ دینا کہ ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائیں اور اس کی قبر کی تعظیم کریں اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں گرفتار ہو جائیں گے کہ وہ اولیاء وجود میں

---

[113] (تفسیر روح البیان، سورۃ الفتح، 9/35-34، دار الفکر، بیروت)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ موثر ہیں یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو کافر و مشرک ہو جائیں گے ہم ان کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبریں ڈھاتے ہیں اور جو عمارتیں ان پر بنائی گئی ہیں ان کو دور کرتے ہیں اور چادریں ہٹاتے ہیں اور اولیاء کی ظاہری اہانت کرتے ہیں تاکہ عام جاہل جان لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ کے ساتھ وجود میں موثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس اہانت کو دور کر دیتے جو ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں تو جاننا چاہیے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد سے قبر ڈھانا اور ان کی اہانت کرنا) کفر خالص ہے جو فرعون کے اس مقولہ سے ماخوذ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں نقل فرمایا کہ فرعون نے کہا مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکاریں میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین پر فساد ظاہر کریں اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک امر موہم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

فیصلۂ حق: صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نجدی دور سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے فیصلہ ہی فرمادیا کہ مزارات کی تعظیم میں یہ وہم کہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جائیں گے اسی لئے جو کاروائی نجدی کر چکے ہیں اور جو ہمارے دور کے وہابی نجدی دیوبندی کرنا چاہتے ہیں انہیں ممکن ہے معلوم نہ ہو۔ فقیر ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے روح البیان جیسی معتبر تفسیر سے حوالہ پیش کر دیا اور وہ بھی از خود نہیں بلکہ حضور نابلسی قدس سرہ کی تصنیف "کشف النور" سے اور اس نابلسی قدس سرہ بزرگ کو نجدیوں سے پہلے دنیا سے رخصت ہوئے عرصہ دراز گزرا۔ آپ کی وفات 1143ھ میں ہوئی جبکہ ابھی محمد بن عبدالوہاب پیدا بھی نہیں ہوا۔ اس کی ولادت بعد میں ہوئی اور وہابیت کی تحریک تو پیدائش کے درجنوں سال بعد کو چلائی اور علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ صاحب کرامات بزرگ اور سو ا دو سو ضخیم کتب کے مصنف ہو گزرے ہیں۔

تفصیلی جوابات: فقیر اُویسی نے بارہا عرض کیا ہے کہ ہمارے مخالفین عوام کو سرسری باتوں سے پھنسانے کے استاد واقع ہوئے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ مزاراتِ انبیاء و اولیاء اور عوام کی قبور میں زمین وآسمان کا فرق ہے مثلاً

☆انبیاء واولیاء کے مزارات کی حاضری سے زائرین کو بے شمار فوائد و برکات نصیب ہوتے ہیں اسی لئے زائرین کی سہولت ہوگی تو باربار حاضر ہوں گے اور تادیر بیٹھ کر استفادہ و استفاضہ کریں گے اسی لئے انبیاء واولیاء کے مزارات کے اردگرد ہر قسم کی سہولتیں قبہ جات، مساجد، پانی کا انتظام اور رہائش گاہیں، لنگر خانے وغیرہ وغیرہ ہوتی ہیں۔ اگر ان مزارات پر یہ انتظام نہ ہوں تو کوئی آئے نہ کوئی جائے وہابی دیوبندی یہی چاہتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہی خراب ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء مر کر مٹی ہوگئے اب وہاں استفاضہ و استفادہ کیسا؟

☆انبیاء واولیاء کے مزارات پر قرآن خوانی، نوافل، ذکر الٰہی کے لئے حاضری بھی بہت بڑی مشکلات کا حل ہے بارہا کا تجربہ ہے یہی وجہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے مزارات پر شب و روز عوام کا تانتا بندھا رہتاہے سب کو معلو م ہے کہ اگر مسجدوں میں بھی ایسے انتظامات نہ ہوں تو ایک نمازی بھی مسجدوں میں نظر نہ آئے۔

☆انبیاء واولیاء کے مزارات واجب التعظیم ہیں جیساکہ فقیر نے گذشتہ ابواب میں تفصیل سے عرض کیا ہے اور ان کے مزارات پر قبہ جات بنانا ان کی تعظیم میں شامل ہے۔چنانچہ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی قد س سرہٗ لکھتے ہیں ،

''علماء واولیاء صلحاء کے مزارات کے قبے اور غلاف اور عمامے اور کپڑے مزارات پر جائز ہیں جب اس سے مقصد تعظیم ہو تاکہ عوام ان کی عزت کریں حقارت نہ کریں ایسے ہی مزارات پر دیئے جلانا بھی تعظیم سے ہے پس ایسا مقصد عظیم ہے اولیاء کے لئے تیل اور شمع کی منت بھی جائز ہے کہ مزارات کے نزدیک روشنی کا انتظام کریں گے یہ اولیاء کی محبت وتعظیم میں داخل ہے جائز ہے اسے روکنا نہیں چاہیے''۔

اس کے باوجود وہابیوں دیوبندیوں نے سوالات ڈھونڈ لئے ہیں وہ یہ ہیں۔

سوال: حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ [114]

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایااس سے کہ قبروں پر گچ کیاجائے اوراس سے کہ اس پر عمارت بنائی جائے اوراس سے کہ اس پر بیٹھاجائے۔

نیزعام فقہاء فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا، قبر پر عمارت بنانااور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔

نوٹ: یہ وہابیوں دیوبندیوں کابتایاہوامفہوم ہے جو سراسر غلط ہے۔

جواب1: قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیاجائے اسی لئے حدیث میں فرمایاگیا"أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ" یہ نہ فرمایاگیا"عَلَى الْقُبُورِ" دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جائیں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے اس معنی پر کہ قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا۔تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ، تکلف یافخر کے لئے پختہ کیایہ تین صورتیں منع ہیں اوراگرنشان باقی رکھنے کے لئے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جائے تو جائز ہے کیونکہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر پختہ

---

[114] (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، 667/2، رقم الحديث:970، دار إحياء الكتب العربية)
(مصنف ابن ابي شيبة، كتاب الجنائز، باب في تجصيص القبر والآجر يجعل له، 554/4، رقم الحديث:11875، مكتبة الرشد)

پتھر کی بنائی جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی "أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ" کے ماتحت ہے کیونکہ "اس میں محض سجاوٹ اور تکلف ہے" جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لئے نہ ہو تو جائز ہے۔

"أَنْ يُبْنَى عَلَيْه" یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا اس کے بعد بھی چند معانی ہیں۔

☆ خود قبر پر عمارت بنائی جائے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو جائے چنانچہ ردالمحتار میں ہے،

وَتُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ مِنْ التُّرَابِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبِنَاءِ [115]

قبر پر مٹی سے زیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بناء کا مطلب یہ ہے کہ قبر دیوار میں آجائے اور گنبد بنانا یہ قبر کے اردگرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔

☆ یہ حکم عامۃ المسلمین کی قبروں کے لئے ہے۔

☆ اس بناء کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کردی ہے ۔

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ [116]

الٰہی میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجا جائے اللہ کا غضب اس قوم پر بہت ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کی مسجد بنایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بناکر اس کی طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہی اس حدیث سے مراد ہے قبروں پر نہ جاؤ۔ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت کی جائے یا کم از کم اس کو قبلہ بناکر اس کی طرف سجدہ کیا جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح البخاری میں فرماتے ہیں،

قال البيضاوي لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور الأنبياء تعظيما لشأنهم ويجعلونها قبلة يتوجهون في الصلاة نحوها واتخذوها أوثانا لعنهم ومنع المسلمين عن مثل ذلك [117]

---

[115] (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت، 142/3، دار عالم الكتب، الرياض)

[116] (موطا مالک، كتاب قصر الصلاة في السفر، باب جامع الصلاة، 140/1، رقم الحديث:416، دار إحياء العلوم العربية)
(مصنف ابن ابي شيبة، كتاب الجنائز، باب من كره زيارة القبور، 566/4، رقم الحديث :11930، مكتبة الرشد)
(مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث، 150/2، رقم الحديث:750، دار ارقم)

[117] (فتح الباري لابن حجر، كتاب الصلاة، أبواب استقبال القبلة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، 623/1، دار الريان للتراث)

بیضاوی نے فرمایا کہ جب یہود ونصاری پیغمبروں کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بناکر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا رکھا تھا لہٰذا اس پر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔

یہ حدیث معترض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔

☆ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا بلکہ گرادیئے گئے۔

☆ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ یہ خیال غلط ہے اور اگر زائرین کی آسائش کے لئے عمارت بنائی جائے تو جائز ہے۔ ہم نے یہ توجیہیں اس لئے کیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کے گرد عمارت بنائی۔

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً[118]

جب حسن بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوت ہوئے تواُن کی اہلیہ محترمہ نے اُن کی قبر پر ایک سال تک خیمہ لگائے رکھا۔

زوجہ ابن امام زین العابدین کے فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں،

الظاہر أنه لاجتماع الأحباب للذكر والقراءة وحضور الأصحاب للدعاء بالمغفرة والرحمة وأما حمل فعلها على العبث المكروه كما فعله ابن حجر فغير لائق[119]

---

[118] (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، 447/1، دار ابن کثیر)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، الفصل الثالث، 322/1، رقم الحدیث: 1749، دار ارقم)

[119] (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب البکاء، 1249/3، رقم الحدیث: 1749، دار الفکر)

ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لئے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بتانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ بلافائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لئے جائز ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر قبہ بنایا۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر۔

☆ حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا۔

جس کی تفصیل ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

درسِ عبرت: صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن خوانی اور احادیث فہمی نہیں تو پھر کسی کو نصیب نہیں جتنی روایات وہابیوں دیوبندیوں نے پیش کی ہیں اگر ان کا یہی مطلب ہوتا جو وہابیوں نے سمجھا ہے تو پھر ان حضرات سے احادیث مبارکہ کے خلاف کیسے ممکن ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ حضرات اپنی جانیں تو سولی پر لٹکاسکتے ہیں لیکن احادیث کے خلاف ہر گز نہیں کرسکتے اور ان احادیث کا صرف یہ جوابات دینا کہ ضعیف ہیں یہ تحقیقی جواب نہیں بلکہ جان چھڑانے والی بات ہے۔

غلط اور سراسر غلط: حدیث میں "أَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ" سے قبہ وغیرہ کا معنی لینا حدیث کی تحریف ہے کیونکہ "عَلٰی کا مدخول ضمیر ہے جو قبر کی طرف راجع ہے جس کا معنی یہ ہے کہ قبر کو مکانیت کے طور پر استعمال نہ کر واس کی اہانت ہے اور اہانت و تحقیر کا قرینہ بھی بتاتا ہے کہ یہی معنی ہو جو ہم نے جان لیا ہے ایسے ہی قبر کی "يُجَصَّصَ" کا قرینہ بتا تاہے کہ ایسے ہی قبرپر بیٹھنے سے قبر پر چڑھ کر بیٹھنا مراد ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا۔ مجاور بننا تو جائز ہے کیونکہ مجاور اسی کو توکہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھنے کھولنے بندکرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کی منتظم اور چابی والی تھیں جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی توان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے سوائے وہابیوں کے۔

لطیفہ: دیوبندی پہلے ناجائز کہتے تھے لیکن اب نہیں کیونکہ وہ اب خود مزارات پر مجاور بنے بیٹھے ہیں اگر یہ مجاوری سے ہٹا دیئے جائیں تو پھر حرام کہیں گے۔

سوال: عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ [120]

ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے کہ مجھے علی المرتضیٰ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑ اور کسی قبر کو بے برابر کئے۔

جواب: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں وہابیوں دیوبندیوں نے سوچے بغیر اعتراض کردیا کیونکہ آپ کا یہ حکم غلبہ اسلام یعنی مدنی زندگی یعنی فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہوا اور ظاہر ہے کہ اس سے قبل جتنے مسلمان فوت ہوئے ان کی قبریں آپ کی نگرانی میں تیار ہوئیں جیسے حضرت عثمان بن مظعون کی روایت گزری ہے کہ وہ قبر بھی بہت اونچی تھی تو آپنے جتنی قبریں تیار کرائیں وہ غلط نہ تھیں اس سے ثابت ہوتاہے کہ جن کا ڈھانے کا حکم فرمایا وہ کفار کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں اولاً تو یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ابوالہیاج کو اس کام کے لئے بھیجتا ہوں جس کے لئے مجھے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہوسکتیں کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم شرکت فرماتے تھے نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہٰذا جس قدر قبور زمانۂ اقدس میں بنیں صحابہ نے بنائیں حضور کی موجودگی میں بنائیں یا آپ کی اجازت سیتووہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اونچی بن گئی تھیں او ر ان کے مٹانے کا حکم دیاہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بنائی جاتی تھیں جیساکہ بخاری شریف میں ہے،

فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ [121]

یعنی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے لئے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئیں۔

جیساکہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں،

هل تنبش قبور مشركي الجاهلية أي دون غيرها من قبور الأنبياء وأتباعهم لما في ذلك من الإهانة لهم بخلاف المشركين فإنهم لا حرمة [122]

---

120) (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الامر بتسوية القبر، 667/2، رقم الحديث: 969، دار إحياء الكتب العربية)

121) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، 1431/3، رقم الحديث: 3717، دار ابن كثير)

122) (فتح الباري لابن حجر، كتاب الصلاة، أبواب استقبال القبلة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، 623/1، دار الريان للتراث)

کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑی جائیں یہ جائز ہے عنوانِ بات یہ تھی کہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے بخلاف مشرکین کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:وفی الحدیث جواز التصرف فی المقبرۃ المملوکہ بالھبۃ والبیع وجواز نبش القبور الدارسۃ إذا لم تکن محترمۃ [123]

یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ اور بیع سے ملک میں آگیا ہو اس میں تصرف کیا جائے اور پرانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ دی جائیں بشرطیکہ محترم نہ ہوں۔

فائدہ: اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کردی کہ مشرک کی قبریں گرائی جایں دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کے ساتھ تصویر کا ذکر کیوں ہے مسلمان کی قبر پر تصویر کہا ں ہوتی ہے؟معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں کیونکہ ان کی قبر وں پر میت کی تصویر بھی ہوتی ہے۔ تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردو اور مسلمان کی قبر کے لئے تو حکم ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے تسلیم کرنا ہوگا کہ قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی تو اونچی قبریں اکھڑوائیں او ر ان کے فرزند محمد ابن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے اولاً اونچی نہ بناؤ مگر جب بن جائے تو نہ مٹاؤ۔ قرآن پاک چھوٹا سا چھاپنا منع ہے مگر جب چھپ گیا تو اس کو نہ پھینکو نہ جلاؤ کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا یا پاخانہ کرنا وہاں جوتے سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے مگر افسوس ہے کہ نجدی نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا ہے کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں۔

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: یقتلون أھل الإسلام ویترکون أھل الأوثان [124]

اہل اسلام کو قتل کریں گے لیکن مشرکین کو چھوڑ دیں گے۔

سوال: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں فرمایا کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے۔

---

[123] (فتح الباری لابن حجر، کتاب الصلاۃ، أبواب استقبال القبلۃ، باب ھل تنبش قبور مشرکي الجاھلیۃ ویتخذ مکانھا مساجد، 626/1، دارالریان للتراث)

[124] (جامع الاحادیث والآثار، 575/1، رقم الحدیث:1506، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان)

جواب: ہاں اگر میت پر سایہ کرنے کے لئے قبہ بنایا تو منع ہے زائرین کے آرام کے لئے بنایا تو جائز ہے عینی شرح بخاری میں اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں: وہی الإشارۃ إلی أن ضرب الفسطاط إن کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للإحیاء لا لإظلال المیت فقط جاز [125]

ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کے لئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کے لئے ہے تو جائز ہے۔

اسی لئے ہمارے نزدیک عوام کی قبور پر گنبد بنانا ناجائز ہے کیونکہ عوام سے استفاضہ واستفادہ کیسا ہاں اگر کوئی اس کے لئے ایصالِ ثواب کرنے کی نیت سے چندہ روزہ جھونپڑا یا سائبان لٹکادے تو جائز ہے اگر مسلسل کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے عوام کا رجحان ہے تو بھی صرف اس نیت پر کہ اس میں عوام کو قرآن خوانی کی سہولت ہو تو جائزہے ہاں نام ونمود و ریاء کے طور پر بلاوجہ کسی قبر پر گنبد یا مکان بنادیاجائے تو ہمارے نزدیک ناجائز ہے وہابیوں دیوبندیوں کو ہماری یہ باتیں کب قبو ل ہیں وہ چاہتے ہیں دیر نہ ہو نجدی کی سنت ادا ہو اور گنبد اور قبے گرادیئے جائیں اور بس۔

سوال: اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم وتوقیر کیسی؟

جواب: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قربِ قیامت میں ایک شخص کعبہ شریف کو گرا دے گا۔ لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گودوارہ بن گئی بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کردی گئیں۔ دورِ حاضرہ میں بہت سی مساجد گرا کر سڑکیں بنادیں تو اگر کوئی کافر کہے کہ خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر کیوں نہ بچالیا؟اولیاء اللہ یا مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی جاتی ہے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم بھی اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے تعلق اور نسبت ہے۔

خلاصۃ الجوابات: قبور پر بناء حرام ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن"بناء علی القبر"کا معنی قبہ او ر گنبد سمجھنا جہالت ہے کیونکہ "علیٰ"کا تعلق قبر سے ہے نہ کہ ماحول (ارد گرد قبر سے) اور حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی یہی ہے کہ قبر کے اوپر دیوار کھینچ کر تعمیر کرنا حرام ہے جیسے حدیث کے تمام جملوں کا یہی معنی ہے مثلاً قبر پر بیٹھنا تو قبر کے اوپر بیٹھنا حرام ہے

---

[125] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر، 8/183، رقم الحدیث:1295، دار إحیاء التراث العربي)

نہ کہ اس کے اردگرد کسی جگہ بیٹھنا اگر یہی معنی ہے تو پھر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قبور کی زیارت کرو" اس کا کیا معنی ہو گا؟

لطیفہ: کسی دورِ میں وہابیوں دیوبندیوں نے اس کا معنی مجاور بننا کیا تھا لیکن جب سے محکمہ اوقاف کی مہربانیوں سے دیوبندی وہابی خود مجاور بنے ہیں اس وقت سے خاموش ہیں اب تو مزارات کے چڑھاوے، غلاف کی چادریں، حلوے، چاول سب حلال طیب ہیں تجربہ کرکے دیکھ لیں آج انہیں اوقاف کا محکمہ مزارات سے ہٹالے پھر وہی فتوی اور وہی چکر عود کر آئے گا۔

غور کرو مسلمانو: "بناء علی القبر" سے قبہ اور گنبد وغیرہ ہرگز ہرگز مراد نہیں بلکہ دیوار کھینچنا یا اسے مکان کی تعمیر میں شامل کر دینا (جیسے آج کل پرانے گورستانوں کا حشر ہو رہا ہے) مراد ہے کیونکہ یہ قبور کی توہین ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنی مسلمانوں کی قبروں کی توہین گوارا نہیں فرماتے اسی لئے اس پر بیٹھنا و دیگر ہدایات بتائیں جن میں مسلمانوں کی قبور کی تعظیم و تکریم کا سبق ملتا ہے۔ اس بناء علی القبر میں قبور کو اہانت سے بچانا ہے اس کا قرینہ "لَا تُجَصَّصَ" بھی ہے اس لئے کہ "تُجَصَّصَ" (چونا گچ کرنا) بھی قبر کا منع ہے نہ کہ قبر کے اردگرد اور "تُجَصَّصَ" سے اس لئے روکا گیا کہ اس میں اسراف ہے جو عوام قبور کے لئے کوئی فائدہ نہیں اور انبیاء واولیاء کی تعظیم و تکریم کا وہی حکم ہو گا جو مساجد کے لئے منقش کرنے کا ہے کیونکہ مساجد عبادت گاہیں ہیں تو انبیاء واولیاء حق کی جلوہ گاہ ہیں لیکن سنی مسلمان کے لئے،

ولکن الوہابیۃ قوم لا یعقلون لیکن وہابی بے عقل قوم ہے

آخری حوالہ: باصول وہابیہ دیوبندیہ گنبد خضرا (روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ناجائز بنایا گیا ہے لیکن فقہاء کرام تو فرماتے ہیں کہ گنبد خضراء کو دیکھنا اور بار بار دیکھنا مستحب ہے۔ (مناسک ملا علی قاری، ارشاد الساری وغیرہ وغیرہ)

قبہ مزارِ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سیدنا ابو ایوب انصاری میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ قسطنطنیہ کے دوران وصال ہو گیا۔ نمازِ جنازہ سے فراغت کے بعد آپ کے جنازہ کو اُٹھا کر دشمن پر یکبارگی حملہ کر دیا گیا اور قسطنطنیہ کی فصیل پر پہنچ کر فصیل کے بالکل نیچے آپ کو دفن کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری، ارشاد الساری، البدایہ والنہایہ، ابن الاثیر، ناسخ التواریخ)

قیصر نے جب شہر کی فصیل سے دیکھا کہ مسلمان کوئی چیز دفن کر رہے ہیں تو اس نے قاصد کی معرفت اس بارے میں معلوم کیا یزید نے جواب دیا کہ یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا جنازہ ہے انہوں نے تمہارے ملک کے اندر لے جا کر دفن کرنے کی خواہش کی تھی اب ہم ان کی اس خواہش کو تکمیل کر رہے ہیں اگرچہ ہمیں اپنی جانیں ہی کیوں نہ دینی پڑیں۔ یہ سن کر قیصر نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد ہم اس لاش کو نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیں گے۔ قیصر کی یہ بات سن کر یزید کو سخت غصہ آیا اور اس نے

اسی غصے میں رومیوں کو مخاطب کرکے کہا: فقالوہذا رجل من أکابر أصحاب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وأقدمھم إسلاماً وقد دفناہ حیث رأیتم واللہ لئن نبش لأضرب لکم ناقوس أبداً فی أرض العرب[126]

اے قسطنطنیہ کے باشندو یہ صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم نے انہیں جہاں دفن کیا ہے اللہ کی قسم اگر تم نے ان کو کسی قسم کا ضرر پہنچایا تو ارضِ اسلام کے ہر کلیسہ کو منہدوم کردوں گا اور عرب کی سرزمین میں کبھی ناقوس نہیں بجے گا۔

قیصر نے جب یزید بن معاویہ کے منہ سے یہ تہدید آمیز کلمات سنے تو مبہوت ہوگیا اور اس کو جرأت نہ پڑی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحابی کی نعش مبارک کی توہین کرسکے بلکہ اس نے ان کی قبر پر ایک قبہ بنوادیا اور رومی ان کی قبر مبارک پر جاکر عہد کرتے اور قحط کے زمانے میں ان کی قبر کے وسیلے سے دعائیں مانگتے۔(عمدۃ القاری، طبقات ابن سعد، البدایۃ والنھایۃ، ابن الاثیر)

تبصرۂ اُویسی: یہ حوالہ فقیر نے قبہ جات کے دشمنوں اور یزید کے عاشقوں کے لئے عمداً لکھا ہے وہ یزید کو قطعی جنتی اور امیر المومنین اور امام برحق مانتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اپنے امام کی تقلید میں مزارات پر قبہ جات کا کارنامہ سرانجام دیں تاکہ ان کے امام کی روح خوش ہو ورنہ شیخ عطا ررحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان فرمانیں: قوت نیکی نداری بد مکن

یعنی نیکی کی قوت نہیں تو برائی تو نہ کر

بناء بریں کم از کم قبہ جات سے دشمنی چھوڑ دیں۔

فائدہ: مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہورہاہے کہ یزید ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے تحفظ میں عیسائی بادشاہ کو چیلنج کررہاہے لیکن افسوس نجدی یزید پرستی کے دعوی کے باوجود رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، اہل بیت کے مزارات سے جو دشمنی کا مظاہرہ کررہاہے بالخصوص دورِ حاضرہ 1419ھ میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کریمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر (مزار)بے درودی سے کھو دڈالی اور غلط طریقہ سے اس کی بے حرمتی کی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے"الدرۃ الکامنہ فی تحقیق قبر آمنہ" یزید کے دھمکانے سے قیصر گھبرا گیا جس پر ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحفظ ہوگیا افسوس کہ آج کل کی اسلامی حکومتیں اتنی بے حس ہیں کہ کوئی ایک بھی حکومت کا سربراہ ایسا نہیں جو نجدی کی آنکھ سے آنکھ

---

[126] (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، کتاب الکنی، باب الالف، ذکر ابو ایوب انصاری، 10/4، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ملا کر کہہ دے کہ قبر آمنہ اسی طرح تمام صحابہ واہل بیت کے مزارات کی بے حرمتی سے باز آجاورنہ تیری تباہی وہلاکت ہے لیکن افسوس کہ تمام اسلامی حکومتوں کے سربراہ ایسے خاموش ہیں گویا انہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔

مزارات پر حاضری پھر وہاں پر اہل مزار کو وسیلہ بنا کر مشکلات کے لئے دعائیں مانگنا اہل اسلام کا قدیمی طریقہ ہے سوائے نجدیوں وہابیوں کے اس کا کوئی بھی منکر نہیں تھا اور نہ ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّم

الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔پاکستان

4شوال المکرم1408ھ